دوغلے پن کی مذمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تجد من شر الناس یوم القیامة عند اللّٰه ذا الوجهین ، الذي یأتي هؤلاء بوجه وهؤلا ء بوجه .))(صحیح بخاری ، صحیح مسلم)

”روزِ قیامت تم عنداللہ سب سے بدتر اس شخص کو پاؤ گے جو کچھ لوگوں کے سامنے ایک رُخ سے آتا ہے اور دوسروں کے سامنے دوسرے رُخ سے جاتا ہے۔“

استغنائے رسول ﷺ

﴿لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾ [الحجر: ۸۸]

''ان کافروں کو جن کو کئی طرح کی نعمتوں کے ساتھ ہم نے بہرہ مند کیا ہے، تُو (اے محمد ﷺ!) اپنی آنکھیں ان نعمتوں کی طرف نہ پسار اور ان پر غم نہ کر اور اپنے باز و مومنین کے لیے جھکا۔''

قرآن حکیم کے جس قدر احکام میں حضور ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ کے عمل کی یہ تصویر ہے اور اُمت کو ان کے اسوہ کی تلقین کی گئی ہے۔

اس آیت میں حضور ﷺ کی سیرت کے دو پہلو بیان کیے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ دنیا کے تکلفات پر ریجھے ہوئے نہیں، طبیعت میں انتہا درجے کا استغنا ہے۔ اور یہ کہ آپ ﷺ مسلمانوں کے لیے آیۂ رحمت ہیں، آپ ﷺ کے دل میں اُمت کے لیے شفقت کا بے پناہ جذبہ موجزن ہے۔

غور فرمایئے! حضور ﷺ دعوتِ عام دے چکے ہیں، مخالفت کی آگ بھڑک چکی ہے۔ لوگوں نے ابو طالب سے کہا: اپنے بھتیجے کو سمجھا لو، ورنہ ہم تم سے بھی تعرض کریں گے۔ ابو طالب نے آخر حضور ﷺ کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چچا! اگر وہ میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر ماہتاب رکھ دیں، جب بھی میں دعوتِ توحید سے نہیں رُک سکتا۔ کس قدر استغنا ہے۔ قوم سونے چاندی کے ڈھیر نذر کرتی ہے، حسین و جمیل رشتے پیش کیے جاتے ہیں، مگر حضور ﷺ آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔

رحمت و رافت کا یہ عالم ہے کہ وہ لوگ جو منافق ہیں، آپ کو تکلیفیں پہنچاتے ہیں، اُن سے ہر طرح اغماض و چشم پوشی کرتے ہیں۔ عبداللہ ابن ابی مرتا ہے تو آپ پیراہن مبارک تبرک کے لیے بھیج دیتے ہیں۔

(مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

05 جمادی الاولی 1435ھ جمعۃ المبارک 07 تا 13 مارچ 2014ء

الاعتصام

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 10 جلد 66

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور

فون نمبر : 042-3735 4406

فیکس نمبر : 042-37229802

رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

نکبت و اِدبار کی دلدل

حافظ احمد شاکر

اسلامی اور غیر اسلامی فکر یا سیاست کا بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلام انسان کی دنیا کا لحاظ بھی مکمل رکھتا ہے لیکن اصلاً وہ انسان کی ابدی زندگی کی خیر اور بہتری چاہتا ہے۔ اسلام کی عظمت اور کمال یہ ہے کہ اس نے آخرت کی فلاح و کامیابی کی کلید دنیا کی زندگی ہی کو قرار دیا ہے جس کے لیے اس نے نبی ﷺ کے ذریعے اُصول طے کر دیے، حقوق......اللہ و حقوق العباد......سے آگاہ کر دیا، فرائض بتلا کر اس کے احکام نازل فرما دیے اور نبی رحمت ﷺ نے ان سب پر عمل فرما کر اور ان کے اجمالات کی زبانی وضاحت فرما کر اپنی سیرت طیبہ کے اسوۂ حسنہ کا مینارۂ نور و ہدایت قائم فرما دیا، اس مینارۂ رشد و ہدایت کی نورانی شعاعوں کے سرچشمہ ہدایت سے مستنیر ہونے والی آپ کی آل، اصحاب اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نے اپنے علم و عمل کے ذریعے اسلام کو مکمل طور پر اُمت تک پہنچانے کا ایسا طریقہ اپنایا اور راستہ......فن حدیث اور علم اسماء الرجال......اختیار کیا کہ یہ نورانی کرنیں ابھی تک اُمت مسلمہ پر سایہ فگن ہیں اور جن کی روشنی ہر مسلمان کے لیے اب بھی صراط مستقیم ہے۔

ایک حدیث شریف کے مطابق نبی ﷺ نے اپنے صحابہ میں بیٹھ کر ایک خط کھینچا اور اس خط میں سے دائیں بائیں چھوٹے چھوٹے خط نکال کر فرمایا کہ یہ سیدھا خط......لکیر......ہی صراط مستقیم ہے۔(سنن ابن ماجه، حديث نمبر:١١) علماء جس کی تشریح یہ کرتے ہیں قرآن حدیث کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے باقی دائیں بائیں خطوط اختلافات اُمت کے مظاہر ہیں۔ اور وہ حدیث بھی معروف ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے تین درخواستیں......دعائیں......کیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُمت میں اختلاف نہ ہونے کی دعا قبول نہیں فرمائی۔(صحيح بخاری، حديث نمبر:٤٦٢٨) یہی وجہ ہے کہ مسائل میں آراء کا اختلاف، آیات و احادیث کے مفاہیم اور تعبیرات پر عدم اتفاق، اور انتظامی و سیاسی اقدامات میں اختلافات قرنِ اول ہی میں ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے جن کے باعث تاریخ اسلام میں بعض ناخوشگوار واقعات بھی ظہور پذیر ہو گئے۔ اور تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ اختلاف کو جب شیطان مخالفت بنانے میں کامیاب ہو جائے پھر اختلاف کی چنگاریاں شعلے بن کر مسلمانوں کے اتحاد کو بھسم کر دیتی ہیں اور اگر ان چنگاریوں پر مواخات......بھائی چارے......کی برکھا برسائی جائے تو اختلافات کے چنگارے سرد پڑ جاتے ہیں اور انھیں ڈھیروں سے اخوت، محبت اور مودت کی کونپلیں کھلنے لگتی ہیں۔

واقعات عالم شاہد ہیں کہ انسانیت کی ہمدردی کے سب سے بڑے دعوے دار، انسانی حقوق کے نام نہاد چیمپین اور دنیا میں جمہوریت کے علم بردار امریکہ کا معیار ہمیشہ دہرا رہا اور اب تک ہے دنیا میں کوئی شخصی حکومت چاہے اپنے عوام کی جتنی بھی خیر خواہ ہو لیکن وہ اس کی گرویدہ اور اس کے اشارہ ابرو پر نہ ناچے تو وہ اس کو بادشاہت کا نام دے کر تاراج کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور کسی ملک میں اس کی پسندیدہ جمہوریت سے اس کے اہداف پورے ہوتے نظر نہ آئیں تو وہ اس جمہوریت کے خلاف بھی سازشوں اور دسیسہ کاریوں سے نہ صرف شرماتا نہیں بلکہ اس......جمہوری حکومت......کے انہدام کے جواز تراشنے جھوٹے سچے دلائل مہیا کرنے کے علاوہ اپنے زَلہ خواروں کو بھڑکا کر اس ملک میں فتنہ و فساد اور قتل و خون ریزی تک سے بھی گریز نہیں کرتا۔

جن عرب مملکتوں......مصر، عراق، سوڈان، تیونس......میں اس کو گرفت کمزور ہوتی محسوس ہوئی وہاں جمہوریت کے نام سے انقلاب برپا کر کے اودھم مچا دیا اور جہاں کے حکمرانوں نے ''تعمیل ارشاد'' کا یقین دلا دیا وہاں اس نے عوامی احتجاج کو مسلکی اختلاف کا ماسک پہنا کر نمایاں کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ یہ اختلافات تو تاریخ کا حصہ ہیں اور صدیوں سے علمائے اسلام و فقہائے عظام فقہی آراء کے اختلاف کے باوجود ایک

ملک، ایک شہر بلکہ ایک گھر میں باہم مل جل کر رہتے اور ایک دوسرے کو برداشت کرتے چلے آرہے ہیں۔ اصل مسئلہ تو مسلم ممالک کے حکمرانوں کا ہے کہ وہ صہیونی اور صلیبی حکمت کاروں کی اسلام دشمنی پر نظر رکھیں کہ دشمن تو عنوان بدل بدل کر مسلم کشی کی بغض پالیسی پر عمل پیرا ہے، ہماری درخواست ہے کہ تمام مسلم برادر ممالک باہمی افہام و تفہیم اور ایثار و قربانی سے خوشگوار ماحول میں معاملات طے کریں۔ اپنی اپنی حکومتوں کو فتنہ و فساد سے پاک رکھنے کے لیے برادران اسلامی سے تعاون طلب کریں اور تمام برادر اسلامی ممالک کی حفاظت ایک ساتھ کرنے کا داعیہ پیدا کریں گے تو تب ہی مسلم اُمہ نکبت و ادبار کی دلدل سے نکل سکے گی۔

وقت کی فوری ضرورت:

پاک سعودی تعلقات بلکہ محبت، اخوت اور جان نثاری، تاریخ اسلام کا روشن ترین باب ہے، پاکستانی عوام یا حکومت کی جب کسی ضرورت کا حکومت سعودیہ کو احساس ہوا، یا جب عوام کسی آزمائش......سیلاب، زلزلہ...... میں آئے یا حکومت کسی ناگہانی حالات......۶۵ء اور ۷۱ء کی جنگ......کا شکار ہوئی یا کبھی حکومت کو کسی عالمی دباؤ......ایٹمی دھماکہ...... نے پریشان کیا، تو حکومت سعودیہ نے کبھی کسی تعاون اور خدمت میں تاخیر تو کیا تأمل بھی نہیں کیا۔ حکومت کے اقتصاد و معیشت میں سعودی حکومت نے دائماً بے دریغ تعاون کیا، اس کے علاوہ آل سعود حفظہم اللہ نے محض اسلامی اخوت اور اسلامی خدمات کے حوالے سے پاکستان کی بعض سرکردہ شخصیات سے جو انفرادی تعلق قائم کیا اس کو نبھایا اور استوار رکھا وہ چشم عالم سے مخفی نہیں۔ باقی رہی اہل پاکستان کی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ کے لیے عقیدت و محبت اور جذبہ جاں نثاری تو یہ کہنے یا لکھنے کی چیز نہیں وقت آنے پر دیکھنے کی چیز ہے کہ ہر پاکستانی اپنے قبلے کی عزت اور نبی ﷺ کی حرمت پر کس طرح جان نثار کرتا رہا، کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ زادھم اللّٰہ عزا و شرفا و تکریما.

گزشتہ دنوں سعودی حکومت کے بعض اہم تعلیمی اداروں کے سربراہوں، اعیان حکومت، وزراء کرام اور آخر میں ولی عہد سمو الملکی سلمان بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ نے ارض پاکستان کو شرف قدوم بخشا تو طبیعت جھوم اُٹھی کہ ارض پاکستان کو بھی مسلم اُمہ کے عظیم خدمت گار کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن سمو الملکی کے واپس جانے کے بعد اچانک جو کچھ محسوس ہونے لگی تو اخبارات کے ذریعے کچھ چیزیں سامنے آئیں تو افسوس ہوا کہ ہر حکومت کی طرح وطن عزیز میں بھی ایسے ایسے حکمت کار اور عقدہ کشا عبقری موجود ہونے کے باوجود حکومت، عوام اور افراد کے محسنین کو مطمئن نہ کر سکی، بے شک ''رموز مملکت خسرواں دانند'' صحیح ہے اور وطن عزیز کے موجودہ حالات میں اُس کا احتیاط بھی صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن حسن تدبیر جو ہماری سوچ سے بڑھ کر اعیان حکومت کے پاس ہوتی ہے، اس کو کام میں لاکر حکومت کو عالمی طاغوت کے پنجۂ استبداد سے نہ صرف خود نکلنا چاہیے تھا بلکہ برادر اسلامی ممالک کے لیے ایسی راہ اختیار کرنی اور سجھانی چاہیے تھی کہ وہ بھی فقہی تناظر سے بالا ہو کر اسلامی ممالک یا مسلم اُمہ کے یک جاں ہونے کا تأثر دیتے ہوئے باہمی مفاہمت کی پالیسیاں بنانی چاہیے تھیں۔ مسلم سربراہان فقہی مسالک سے بالا ہو کر غور کریں کہ دندناتا طاغوت ایک ملک کو شہہ دے رہا ہے اور دوسرا آنکھیں کھولتا ہوا طاغوت دوسرے اسلامی سربراہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسلمانوں کے خدمت گزار ملک کو دھمکیاں دے رہا ہے، دونوں طاغوت مسلمانوں کے خون کی ارزانی کرنے کے درپے ہو چکے ہیں اور پریشان کن امر یہ ہے کہ مسلمان آپس میں کسی نکتہ پر اب تک جمع نہیں ہو رہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو چاہیے کہ عالم اسلام میں سے اُمت کے خیر خواہ، طاغوت کے منصوبوں سے باخبر، بالغ نظر، معتدل مزاج، نرم خو اور اصحاب بصیرت اکٹھے بیٹھ کر عالم اسلام میں فقہی شورش پیدا کر کے طاغوت اختلاف کی چنگاریوں کو شعلہ بنانے کے جس طرح درپے ہے اس کو ناکام بنائیں اور صدیوں کے اختلاف کو بارود کا ڈھیر بنانے کی کافرانہ......صلیب یہود، ہنود......کوششوں کو ایثار و قربانی اور محبت کی پھوار سے ناکام بنادیں کہ عالم اسلام کی یہ اولین ضرورت ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے باغی اور اللہ تعالیٰ کے منکر جمع ہو کر اللہ کے دین اسلام کے پیروکاروں پر اکٹھے ہو کر حملہ آور ہو رہے ہیں اس موقع پر اخلاص و دانائی سے اللہ کے گھر کے نگہبانوں کو تنہا چھوڑنا پاکستان و اہل پاکستان کی روایت کبھی نہیں رہی اور نہ انھیں یہ زیب دیتا ہے۔

درس قرآن قسط نمبر ۵

تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کے گروہ میں شمار کرنے میں اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے بھی تمام رسول حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قبل حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام کا ذکر ہوا۔ بلکہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ﴾ [الاعراف: ٦٩]

''اور یاد کرو جب اس نے تمھیں نوح کی قوم کے بعد جانشین بنایا۔''

حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کے نبی تھے۔ ان کے بعد قوم ثمود تھی جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

﴿وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ﴾ [الاعراف: ٧٤]

''اور یاد کرو جب اس نے تمھیں عاد کے بعد جانشین بنایا۔''

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

﴿وَ يٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ وَ مَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ۰﴾ [هود: ٨٩]

''اور اے میری قوم! میری مخالفت تمھیں اس کا مستحق ہرگز نہ بنا دے کہ تمھیں ان جیسی مصیبت آپہنچے جو نوح کی قوم، یا ہود کی قوم، یا صالح کی قوم کو پہنچی اور لوط کی قوم (بھی) ہرگز تم سے کچھ دور نہیں۔''

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم لوط کو اپنی قوم کے قریب ذکر کیا ہے حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاصر اور ان کے بھتیجے تھے۔ یوں یہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے گروہ میں شامل ہیں۔ علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے مابین دو ہزار سات سو چالیس سال کا عرصہ ہے۔ اس عرصہ میں قرآن مجید میں صرف دو انبیاء کا ذکر ہوا ہے۔ اس طویل عرصہ میں اور انبیاء کرام علیہم السلام بھی آئے ہوں گے۔ (واللہ اعلم)

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا دین ایک ہی تھا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰۤى﴾ [الشوریٰ: ١٣]

''اس نے تمھارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے تیری طرف کی اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا۔''

اور یہ دین، دین توحید ہے۔ اسی کا تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو حکم دیا گیا۔ اس اعتبار سے سب انبیائے کرام علیہم السلام کا ایک ہی گروہ اور ایک ہی جماعت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:

((الانبياء إخوة لعلّات امهاتهم شتى ودينهم واحد.)) (صحیح بخاری، رقم: ٣٤٤٣)

البتہ بعض تشریعی احکام میں فرق رہا ہے۔ جیسا کہ سورۃ المائدہ

میں فرمایا:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾[المائدة: ٤٨]

''تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ایک اُمت بنا دیتا اور لیکن تاکہ وہ تمھیں اس میں آزمائے جو اس نے تمھیں دیا، پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔''

﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ﴾ میں مشرکین مکہ کی تردید بھی ہے۔ جو کہتے تھے کہ ہم دینِ ابراہیمی پر ہیں۔ ان کی تردید میں جیسے فرمایا گیا ہے:

﴿وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾[البقرة: ١٣٥،آل عمران:٦٧]

''ابراہیم مشرکوں سے نہ تھا۔''

دل کی اسی تبدیلی اور اس کے الٹ پلٹ ہونے کے بارے میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مثل القلب كريشة بارض فلاة تقلبها الرياح ظهرا لبطن .))(شرح السنة:١/ ١٦٤، ابن ماجه:٨٨، احمد:٤/ ٤٠٨، ٤١٩ وغيره)

''دل کی مثال پَر کی مانند ہے جو میدان میں پڑا ہے ہوائیں اسے پیٹھ سے پیٹ کی طرف (اوپر نیچے) پھیرتی ہیں۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

((لقلب ابن آدم اشد انقلابا من القدر اذا اجتمعت غليانا .))

(احمد:٦/ ٤، الصحيحة :١٧٧٢ وغيره .)

''آدم کے بیٹے کا دل ہنڈیا سے زیادہ منقلب ہوتا ہے جب وہ بھری ہوئی جوش مارتی ہے۔''

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ آدم کے بیٹے کے دل کی مثال چڑیا کی طرح ہے جو دن میں سات بار بدلتا ہے۔

(مستدرک:۴/ ۳۰۷،۳۰۹،شعب الایمان:۱/ ۴۷۴،الضعیفة:۳۱۸۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا پڑھتے تھے۔

((يا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك .))(ترمذی: ٢١٤٠، ٣٥٢٢)

''اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔''

یہ حدیث حضرت انس، جابر، عائشہ اور ام سلمة رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: کیا آپ بھی کوئی خوف محسوس کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: دل رحمان کی دو انگلیوں کے مابین ہے جسے وہ جیسے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔

بلکہ ترمذی میں ہے کہ شہر بن حوشب نے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر ہوتے ہیں تو اکثر کیا دعا پڑھتے ہیں؟ اُنھوں نے فرمایا: آپ اکثر یہ دعا پڑھتے ہیں: ((يا مقلب القلوب...... الخ .))

اللہ تبارک وتعالیٰ نے راسخون فی العلم کی یہ دعا ذکر فرمائی ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۝﴾[آل عمران:٨]

''اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر، اس کے بعد کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بے شک تُو ہی بے حد عطا کرنے والا ہے۔''

دل کی یہ تبدیلی اور کیفیت ہر بندۂ مومن اپنی عبدیت کی بنا پر محسوس کرتا ہے۔ مگر ابراہیم علیہ السلام وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ہمارے پاس قلب سلیم لے کر آئے۔

یہاں یہ کہہ کر کہ وہ نوح علیہ السلام کے گروہ میں سے تھے، ان کی تردید کی ہے کہ جس طرح دعوتِ توحید میں حضرت نوح علیہ السلام نے جان کھپا دی تھی اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے بھی سب صعوبتیں برداشت کر لیں مگر ان سے دامنِ توحید چھوٹنے نہ پایا۔



درسِ حدیث

اربعین اعتقادی

ترجمہ وفوائد
حافظ ریاض عاقب اثری

فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

باب: ظهور المهدى عند قرب القيامة حق، بقول الله تعالى:

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ﴾[الحشر:٧]

وقال رسول الله ﷺ:

((لا تقوم الساعة حتى يملك العرب رجل من أهل بيتى يواطئ اسمه اسمى.))

(أحمد:١/ ٤٧١، ابوداود، رقم:٤٢٨٢، ترمذى، رقم:٢٢٣٠وقال: حسن صحيح، وصححه الذهبى فى تلخيص المستدرك:٤/ ٤٤٢، راجع صحيح الجامع:٥١٩٠)

٣٥۔ عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول:

((لا تزال طائفة من امتى يقاتلون على الحق ظاهرين إلى يوم القيامة، قال: فينزل عيسى بن مريم عليهما السلام فيقول أميرهم: تعال صل لنا، فيقول: لا، إن بعضكم على بعض أمراء تكرمة الله هذه الأمة.))

(صحيح مسلم، رقم:١٥٦)

قرب قیامت ظہور مہدی برحق ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور جو تمھیں رسول دے اسے لے لو اور جس سے روک دے اس سے رک جاؤ۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت سے ایک آدمی عرب کا حاکم نہ بن جائے جس کا نام میرے نام جیسا ہوگا۔''

٣٥۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میری اُمت کا ایک گروہ قیامت تک حق پر غالب رہتے ہوئے قتال کرتا رہے گا، نیز فرمایا: پھر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر (مہدی) کہے گا: آیئے! ہمیں نماز پڑھایئے، مگر وہ فرمائیں گے: نہیں، بے شک امیر تم سے ہی ہوگا۔ یہ اللہ نے اس اُمت کو شرف بخشا ہے۔''

فوائد:

١: ظہور مہدی برحق ہے، رسول اللہ ﷺ کے فرامین اس بارے واضح ہیں۔ آپ ﷺ کے فرامین کی روشنی میں قیامت سے قبل ایک آدمی کا ظہور ہوگا جس کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا، وہ نبی کریم ﷺ کی آل سے ہوگا اور بوقت ظہور دنیا میں ہر طرف ظلم وستم، فتنے وفسادات برپا ہوں گے، اللہ تعالیٰ جناب مہدی کے ذریعہ ظلم وجبر اور کشت وخون کا خاتمہ کرے گا اور دنیا میں امن وامان اور عدل وانصاف قائم کرے گا۔

٢: اس حدیث مبارکہ سے لوگوں کے مزعومہ امام کی بھی حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ وہ محض باتوں سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا، عقل

ونقل اس کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں۔

۳: ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی۔

۴: امام مہدی کے دور میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ وہ اُمتی کی حیثیت سے آئیں گے۔ امامت کے فرائض امیر مہدی ہی سرانجام دے گا۔

۵: اس سے اُمت محمدیہ کا شرف واضح ہوتا ہے اوراسی طرح رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی عالمگیریت عیاں ہوتی ہے۔

۶: اس حدیث سے اب تک مہدی ہونے کا جعلی اور خودساختہ دعوی کرنے والے کذابین کے کذب وافترا کا پول کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

۷: ظہورمہدی کے منکرین دراصل فرامین مصطفیٰ کے منکر ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت دے۔

۸: ظہورِمہدی کے اثبات میں اہل السنة والجماعة کا موقف مبنی برحق ہے۔اس کے اثبات پر بےشمار کتب منظر عام پر موجود ہیں، چند ایک اہم کتب کے نام درج ذیل ہیں:

(١)العرف الوردی فی اخبار المهدی للسیوطی . (٢)التوضیح فی تواتر ماجاء فی المهدی المنتظر والدجال والمسیح للشوکانی . (٣) الأحادیث القاضیة بخروج المهدی للصنعانی . (٤) الأحادیث الواردة فی المهدی فی میزان الجرح والتعدیل للشیخ عبدالعلیم . (٥) الرد علی من کذب بالأحادیث الصحیحة الواردة فی المهدی للشیخ عبدالمحسن العباد .



احکام ومسائل

قسط نمبر ۲ آخری

جمعۃ المبارک کے فضائل ومسائل

طلحہ، زبیر، عثمان بنو خالد مرجالوی

جمعہ کے دن بہ کثرت درود شریف پڑھنا:

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن من افضل ايامكم يوم الجمعة، فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة، فاكثروا علي من الصلاة فيه، فإن صلاتكم معروضة علي.))

(سنن أبي داود، رقم:١٠٤٧)

''تمھارے سب دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے، اسی میں آدم کو پیدا کیا گیا اور اسی میں وہ فوت ہوئے، اسی دن نفخہ (دوسری مرتبہ صور کا پھونکا جانا) ہے اور اسی میں صعقہ (پہلی مرتبہ صور کا پھونکا جانا) ہے (کہ جس سے بنی آدم ہلاک ہوجائیں گے)، پس اس دن مجھ پر زیادہ دُرود پڑھا کرو کیوں کہ تمھارا دُرود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔''

دورانِ خطبہ جگہ بدلنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إذا نعس احدكم وهو في المسجد فليتحول من مجلسه ذلك إلى غيره.))

(سنن أبي داود، رقم:١١١٩، سنن ترمذي، رقم:٥٢٦)

''جب مسجد میں تمھیں اونگھ آجائے تو وہ اپنی جگہ بدل کر کسی اور جگہ بیٹھ جائے۔''

لاٹھی کے سہارے کھڑے ہوکر خطبہ دینا:

حضرت حکم بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھنے کا موقع ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لاٹھی یا کمان کا سہارا لیتے ہوئے کھڑے ہوئے (اور خطبہ ارشاد فرمایا۔)

(سنن ابی داود، حدیث نمبر:۱۰۹۶)

خطبہ ترک کرکے حاجت پوری کرنا:

جناب ابوبریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے، اچانک حسن وحسین رضی اللہ عنہما سرخ قمیص پہنے ہوئے آگئے، وہ بہ مشکل چل رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے، ان دونوں کو اٹھایا اور اپنے آگے بٹھا دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ یقیناً تمھارے مال اور تمھاری اور تمھاری اولادیں فتنہ ہیں۔ میں نے ان دونوں کو دیکھا جو بہ مشکل چل رہے تھے تو مجھ سے صبر نہ ہوا حتی کہ میں نے اپنی بات کاٹ دی اور میں نے انھیں اٹھالیا۔''

(سنن ترمذی، حدیث نمبر:۳۷۷۴)

خطبہ کے لیے سیاہ رنگ کا عمامہ پہننا:

حضرت جعفر بن عمرو بن حریث رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

"ان رسول الله ﷺ خطب الناس وعليه عمامة سوداء." (صحيح مسلم، رقم:١٣٥٩)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔''

خطبہ میں ناجائز امور

مسجد میں جگہ مختص کرنا:

جناب عبداللہ بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوّے کی طرح ٹھونگوں، درندوں کی طرح پھیل کر بیٹھنے اور مسجد میں اپنے لیے کوئی جگہ خاص کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابی داود، حدیث نمبر:۸۶۲)

لغو باتیں کرنا اور گردنیں پھلانگنا:

جناب عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ومن لغا وتخطى رقاب الناس كانت له ظهرا.))(سنن أبي داود، رقم:٣٤٧)

''جس نے (جمعہ کے وقت) لغو عمل کیا اور لوگوں کی گردنیں پھلانگیں تو یہ ظہر ہی ہوگی۔'' (یعنی نمازِ ظہر کا ثواب پائے گا، جمعہ کا نہیں)

تحیۃ المسجد کے بغیر مسجد میں بیٹھنا:

جناب جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جاء رجل والنبى ﷺ يخطب الناس يوم الجمعة، فقال:((أصليت يا فلان؟)) قال: لا. قال:((قم، فاركع ركعتين.))"

(صحيح بخاري، رقم:٩٣٠)

''نبی ﷺ لوگوں کو جمعہ کے دن کا خطبہ دے رہے تھے کہ اس دوران ایک آدمی آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے فلاں! کیا تُو نے نماز پڑھی؟ اس نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کھڑے ہوجاؤ اور دو رکعتیں پڑھو۔''

''حَبْوَۃ'' کی ممانعت:

سیدنا سہل بن معاذ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دورانِ خطبہ ''حَبْوَۃ'' سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ترمذی، حدیث نمبر:۵۱۴)

''حَبْوَۃ'' اس انداز نشست کو کہتے ہیں جس میں آدمی سرین کے بل بیٹھ کر اپنی دونوں رانوں سے پنڈلیاں ملا کر گھٹنے کھڑے کر لیتا ہے اور ہاتھ پنڈلیوں پر باندھ لیتا ہے۔

دورانِ خطبہ حلقہ بندی کی ممانعت:

جناب عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مسجد میں خرید و فروخت، گمشدہ چیز کے اعلان، شعر پڑھنے اور نمازِ جمعہ سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابی داود، حدیث نمبر:۱۰۷۹، سنن ترمذی، حدیث نمبر:۳۲۲)

دورانِ خطبہ سلام کا جواب اور دیگر اذکار:

شارح ترمذی علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والاولى عندى فى الجمع بين هذه العمومات المتعارضة ان يقال المراد بالنهى عن التكلم فى حال الخطبة النهى عن مكالمة الناس وكذا المراد بالإنصات السكوت عن مكالمة الناس دون ذكر الله كما اختاره بن خزيمة فإذا سكت فى حال الخطبة عن مكالمة الناس ورد السلام سرا فى نفسه او شمت العاطس سرا او صلى على النبى ﷺ عند ذكره يكون عاملا بكل ما ذكر من النهى والامر." (تحفة الأحوذي:٣/ ٣٣)

''میرے نزدیک زیادہ مناسب یہ ہے کہ دورانِ خطبہ کلام سے ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی آپس کی گفتگو ممنوع ہے اور اسی طرح خاموشی سے مراد لوگوں کی آپس کی گفتگو سے خاموشی ہے نہ کہ اللہ کے ذکر سے خاموشی

(باقی صفحہ ۱۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

نقد و نظر

اسلام میں رجم (سنگساری) کی سزا

مولانا عبدالرشید ضیاء، ستیانہ بنگلہ، فیصل آباد

اسلام ایک عالم گیر مذہب ہے جو صرف چند عبادات تک محدود نہیں بلکہ تمام شعبہ ہائے حیات میں ہماری بھرپور راہنمائی کرتا ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ آج ہم نے اس آفاقی مذہب کو چند ایک عبادات تک محدود سمجھ لیا ہے، ورنہ اگر آج اسلام کو دستورِ حیات بنالیا جائے تو تمام بحرانوں سے بہ آسانی نمٹا جاسکتا ہے۔

آج ہمارے معاشرے سے امن اُٹھ گیا ہے۔ قتل و غارت گری، دہشت گردی، زنا و عصمت دری، لوٹ کھسوٹ اور تخریب کاری بڑھتی ہی جارہی ہے۔ ان تمام جرائم کا خاتمہ اسلامی حدود اور تعزیرات کے نفاذ ہی میں مضمر ہے۔

حدود کا معنی:

''حدود'' حد کی جمع ہے جس کا معنی ''رکاوٹ'' ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو اور انھیں آپس میں خلط ملط ہونے سے بچائے۔ شریعت میں ان حدود سے مراد وہ خاص سزائیں ہیں جو جرائم کے مرتکبین کو دی جاتی ہیں۔ ان سزاؤں کو ''حد'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سزائیں لوگوں کو نافرمانی کے ارتکاب سے روکتی ہیں۔ حدود سے اسلام کا مقصد یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو صرف سنگسار کردیا جائے یا ان کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں بلکہ ان سے مقصود جرائم کی روک تھام ہے تا کہ مجرم جرم کرنے سے پہلے لاکھ مرتبہ سوچے کہ اگر میں نے یہ جرم کیا تو یہ سزا ہوگی، اسی لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾

[البقرۃ: ۱۷۹]

''اے عقل مندو! تمھارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قصاص کو زندگی قرار دیا ہے جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مجرم کے قتل میں معاشرے کے دوسرے افراد کے لیے سراسر زندگانی ہے۔

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اقامة حد من حدود الله خير من مطر اربعين ليلة فى بلا د الله عزوجل .))

(ابن ماجه ، رقم: ۲۵۳۷ . حسنه العلامة الالبانى فى الصحيحة ، رقم:۲۳۱)

''اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوں میں سے کسی حد کو نافذ کرنا زمین کے لیے چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔''

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ اسلامی حدود و تعزیرات پر عمل کرنے سے تمام برائیوں اور خرابیوں کا قلع قمع ہوسکتا ہے۔ ہم اس ملک میں دیگر قوانین کا بھی تجربہ کرچکے ہیں اور مطلوبہ مقاصد بالکل حاصل نہیں کرسکے۔ اب اگر شرعی حدود و تعزیرات کا نفاذ ملک میں کردیا جائے تو آخر اس میں مضائقہ ہی کیا ہے جب کہ یہ ہمارے مقصد کے حصول کا آسان ذریعہ بھی ہے اور مؤثر طریقہ بھی......!!!

آمدم برسرِ مطلب:

گزشتہ دنوں روزنامہ ''ایکسپریس'' میں ''زیرِ پوائنٹ'' کے کالم میں ''سنگساری'' کے عنوان سے جاوید چودھری صاحب کا ایک مضمون نظروں سے گزرا جس کا لب لباب یہ تھا کہ اسلام میں سنگساری کا کوئی تصور نہیں بلکہ یہ یہود کے قوانین تھے جنھیں مدینہ منورہ کے ابتدائی ایام میں نافذ کیا گیا اور سورۃ النور کے نازل ہونے کے بعد ان کو ترک کردیا گیا اور نبی کریم ﷺ کی زندگی میں صرف دو (۲)

واقعات رونما ہوئے اور خلفائے راشدین کے دور میں اس پر عمل نہیں کیا گیا وغیرہ وغیرہ۔

جاوید چودھری ایک باخبر اور جہاں دیدہ شخصیت ہیں۔لوگ ان کا کالم بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ان کے تبصرے اور تجزیے ہمیشہ جان دار اور شان دار ہوتے ہیں۔مگر ہمارا المیہ یہ ہے کہ جاوید چودھری جیسا باخبر اور جہاں دیدہ شخص بھی اسلام کی مبادیات سے نابلد ہے۔ اور یہ بات بھی ہماری سمجھ سے بالا ہے کہ بعض اوقات موصوف فتوی دینے کی پوزیشن پر کیوں آجاتے ہیں حالانکہ نہ ان کا یہ مقام ہے اور نہ وہ اس کے اہل ہیں۔وہ ایک صحافی ہیں،انھیں اپنے اسی میدان میں طبع آزمائی کرنی چاہیے کیوں کہ شریعت نے بغیر علم کے فتوی بازی پر سخت وعید سنائی ہے۔

مقام حیرت ہے کہ میڈیا پر براجمان حضرات میں سے کسی نے بھی موصوف کو ان کی غلطی پر خبردار نہیں کیا۔حالانکہ ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ موصوف کو متنبہ کرتے اور ان کے اس خیال کی حقیقت واضح کرتے۔

حدّ رَجم شریعت کی روشنی میں:

کتب احادیث کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رجم کی سزا اللہ کی کتاب میں موجود تھی جس کا حکم اب تک باقی ہے اور تلاوت منسوخ کر دی گئی ہے۔ رجم کو نافذ کرنا کتاب اللہ کا فیصلہ ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مجھے خدشہ ہے کہ کہیں ایک دور ایسا نہ آئے کہ کوئی کہنے والا کہے کہ میں رجم کی آیت کتاب اللہ میں نہیں پاتا تو وہ ایک فریضے کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائے۔خبردار! رجم برحق ہے جب کوئی شخص شادی شدہ ہو اور گواہ قائم ہو جائیں یا حمل ظاہر ہو جائے یا وہ اعتراف کر لے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رجم کیا اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رجم کیا۔''

(صحیح بخاری، حدیث نمبر:۶۸۲۹)

(۱)......سنن ابن ماجہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود یہ آیت پڑھی تھی:

"والشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة ." (سنن ابن ماجه، رقم:۲۵۵۳)

''بڑی عمر کا مرد یا بڑی عمر کی عورت اگر زنا کریں تو ان کو سنگسار کردو۔''

(۲)......صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب کو نازل فرمایا جس میں رجم کی آیت بھی تھی،ہم نے اس کو پڑھا،اچھی طرح سمجھا اور اسے خوب یاد کیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رجم کیا۔'' (صحیح بخاری،حدیث نمبر:۶۸۳۰)

(۳)......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ دو شخص اپنا معاملہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ایک نے کہا: کتاب اللہ کے مطابق ہمارا فیصلہ کیجیے۔دوسرا سمجھ دار تھا،اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! واقعتاً آپ ہمارے درمیان فیصلہ کیجیے اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی تو اس نے کہا: میرا بیٹا اس کا مزدور تھا،اس نے اس کی بیوی سے زنا کرلیا۔لوگوں نے مجھے بتایا کہ تیرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا۔میں نے سو بکریاں اور ایک لونڈی فدیہ کر دی اور بعد میں میں نے اس کے بارے میں اہل علم سے سوال کیا تو اُنھوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں کتاب اللہ کے مطابق تیرا فیصلہ کروں گا۔بکریاں اور لونڈی واپس کی جائیں اور اس کے بیٹے کو سو کوڑے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے۔''

اور حضرت انیس اسلمی کو حکم دیا کہ دوسرے کی بیوی کے پاس جاؤ، اگر وہ اعتراف کرلے تو اُسے رجم کردو۔ اس نے اعتراف کرلیا، چنانچہ اس کو رجم کردیا گیا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:٦٨٤٢)

ان دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدّ رجم کا نفاذ عین کتاب اللہ پر عمل ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اگر یہ قرآن کا حکم ہے تو اس میں موجود کیوں نہیں ہے؟

چونکہ یہ مسئلہ عامۃ الناس کا نہیں بلکہ اہل علم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اس لیے ذرا تفصیل سے ہم اس کا جواب دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں نسخ واقع ہوا ہے اور اس کی تین اقسام ہیں:

١۔ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ:

صحیح مسلم میں حدیث ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے یہ حکم نازل ہوا تھا کہ اگر کسی بچے نے کسی عورت کا دس مرتبہ دودھ پیا ہو تو اس سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے، بعد میں پانچ مرتبہ دودھ پینے کے ساتھ پہلا حکم منسوخ کردیا گیا اور پھر پانچ مرتبہ والی قراءت بھی منسوخ کردی گئی۔ چونکہ یہ آخری دور میں منسوخ ہوئی، اس لیے جن لوگوں کو نسخ کا علم نہیں تھا وہ تلاوت کرتے رہے، بعد میں جب سب کو علم ہوگیا تو اس کی تلاوت بھی موقوف ہوگئی۔

٢۔ حکم منسوخ اور تلاوت باقی:

جیسے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر (٢٤٠) میں بیان شدہ ایک سال مدت، سورۃ البقرۃ ہی کی آیت نمبر (٢٣٤) کے ساتھ منسوخ ہوچکی ہے۔

اسی طرح سورۃ الانفال کی آیت نمبر (٦٥) کے مطابق پہلے ایک مسلمان دس کافروں کے برابر تھا۔ مگر اگلی آیت (نمبر:٦٦) میں ایک مسلمان دو کافروں کے برابر قرار دیا گیا۔

یہ اور اس جیسی دیگر آیات جن کی تلاوت اب بھی کی جاتی ہے مگر ان کا حکم منسوخ ہوچکا ہے۔

٣۔ تلاوت منسوخ اور حکم باقی:

اس کی بہت سی مثالیں ہیں، جن میں سے ایک آیت رجم ہے:

"الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة نکالا من الله والله عزیز حکیم."

یہ سورۂ احزاب کی آیت تھی۔ (فتح الباری:١٢/١٧٣)

اس کی تلاوت منسوخ کردی گئی جب کہ حکم باقی ہے۔

(مباحث فی علوم القرآن از مناع القطان، ص:٢١٦)

لہٰذا ثابت ہوا رجم کا حکم اب بھی باقی ہے اور اسی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ اشارہ فرما رہے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن بطال کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:

''تمام صحابہ کرام اور آئمہ کا اجماع ہے کہ جب کوئی شادی شدہ شخص عمداً اپنے اختیار سے زنا کرے تو اس کو رجم کیا جائے گا۔ اگرچہ بعض خوارج اور معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے اور اُنھوں نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہوا۔

ابن عربی کہتے ہیں کہ اہل مغرب میں سے بعض خوارج نے یہ بات کہی ہے جب کہ جمہور کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رجم کیا ہے اور دوسرے خلفائے راشدین نے اس کے بعد رجم کیا، اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رجم کیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق رجم کیا ہے۔'' (فتح الباری:١٢/١١٨)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ﴾[الحشر:٧]

''اور جو چیز تمھیں رسول دے تو تم اس کو لے لو۔''

اسی طرح فرمایا:

﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾[النساء:٥٩]

''اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کرو۔''
لہٰذا ایک مسلمان کے لیے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام تسلیم کرنے ہی میں عافیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس جب ایک یہودی مرد اور عورت کا معاملہ آیا اور آپ ﷺ نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

((اللهم انی اول من احيا امرك اذا اماتوه.))(سنن ابی داود، رقم: ٤٤٤٨)

''اے اللہ! بے شک میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو اس وقت زندہ کیا جب لوگوں نے اسے مردہ چھوڑ دیا تھا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم منسوخ نہیں بلکہ محکم تھا، اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں نے اس کو زندہ کر دیا۔ اگر رجم منسوخ ہو گیا تھا تو اس کو زندہ کرنے کا کیا مطلب؟

سورۃ النور کا نزول اور واقعات رجم:

پیش نظر کالم میں یہ تاثر بھی قائم کیا گیا ہے کہ سورۃ النور بعد میں نازل ہوئی اور یہ واقعات پہلے وقوع پذیر ہوئے۔ اور سورۃ النور میں اللہ نے زنا کی حد طے کر دی ہے اور اب رجم منسوخ ہو گیا ہے۔

یہ مغالطہ بھی دراصل تاریخ سے عدم واقفیت کی وجہ سے پیدا ہوا کیوں کہ سورۃ النور شوال ٦ ھ میں نازل ہوئی اور یہ واقعات بعد کے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

سورۃ النور کے نزول سے متعلق یہ امر متفق علیہ ہے کہ یہ سورت غزوہ بنی مصطلق کے بعد نازل ہوئی۔ اور غزوہ بنی مصطلق کے متعلق مورّخین کی دو آراء ہیں:

۱: ابن سعد کا بیان ہے کہ غزوہ بنی مصطلق شعبان ۵ ھ میں پیش آیا اور ذوالقعدہ ۵ ھ میں غزوہ احزاب پیش آیا۔ اُنھوں نے اپنی تائید میں یہ ذکر کیا ہے کہ واقعہ افک کے سلسلہ میں بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کا جھگڑا ہوا تھا اور معتبر روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوہ بنو قریظہ میں شہید ہوئے تھے جو غزوہ احزاب کے بعد وقوع پذیر ہوا تھا۔

۲: دوسری طرف محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ غزوہ احزاب شوال ۵ ھ میں ہوا اور غزوہ بنی مصطلق شعبان ٦ ھ میں ہوا۔ معتبر روایات بہ کثرت اس کی تائید کرتی ہیں، مثلاً: واقعہ افک سے پہلے پردہ کے احکام نازل ہو چکے تھے، جیسا کہ حضرت صفوان بن معطل نے صراحت کی ہے۔ اور پردہ کے احکام سورت احزاب میں نازل ہوئے ہیں۔

اسی طرح واقعہ افک میں جن لوگوں نے سرگرمی دکھائی ان میں حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ چونکہ وہ سوکن کی بہن تھی، اس لیے اُنھوں نے سرگرمی دکھائی۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت زینب سے نکاح پہلے ہو چکا تھا جس کا ذکر سورت احزاب میں ہے اور واقعہ افک بعد میں ہوا جس کا ذکر سورۃ النور میں ہوا ہے۔

یہ تمام واقعات اس کی تائید کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب پہلے اور سورۃ النور بعد میں نازل ہوئی۔

رہا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ واقعہ افک میں تو فی الحقیقت یہ راوی کا وہم ہے۔ کیوں کہ یہی واقعہ ابن اسحاق نے ''زہری عن عبداللہ بن عتبہ عن عائشہ'' کی سند سے بیان ہے جس میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن حزم اور امام ابن قیم رحمہما اللہ نے اس واقعے کے ضمن میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے تذکرے کو وہم قرار دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحاق کا بیان درست ہے۔ اسی موقف کو مولانا مودودی رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا ہے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: زادالمعاد، الرحیق المختوم،ص: ۵۱۴، تفہیم القرآن: ۳/۳۰۷)

اس لیے یہ موقف ہی راجح ہے کہ رجم والا واقعہ سورۃ النور کے بعد پیش آیا تھا، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد قام الدليل على ان الرجم وقع بعد سورة النور ، لان نزولها كان فى قصة الافك ." (فتح البارى : ١٢/ ١٤٤)

مزید برآں راویِ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۷ ہجری میں مسلمان ہوئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ۹ ہجری میں مدینہ منورہ اپنی والدہ کے ساتھ تشریف لائے۔اور یہ دونوں ہی واقعہ رجم کے راوی ہیں۔اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ رجم سورۃ النور کے بعد پیش آیا تھا۔(فتح الباری:۱۲/۱۴۴)

دورِ نبوی میں پیش آمدہ واقعاتِ رجم:

موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں رجم کے صرف دو واقعات ہوئے،ان کے علاوہ کوئی تیسرا واقعہ پیش نہیں آیا۔

یہ بھی مغالطہ ہے یا عدمِ واقفیت کا شاخسانہ۔ذیل میں رجم کے پانچ واقعات ذکر کیے جاتے ہیں،ملاحظہ فرمائیے:

پہلا واقعہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے زنا کیا ہے اور اس نے اپنے نفس کے خلاف چار مرتبہ گواہی دی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا۔یہ شخص شادی شدہ تھا۔(صحیح بخاری،حدیث نمبر:۶۸۱۴)

کتب احادیث میں اس واقعہ کو تفصیلاً اور مختصراً دونوں طرح بیان کیا گیا ہے۔اس شخص کا نام ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ ہے۔

ایک شبہ:

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ اگر بھاگ رہا تھا تو اسے بھاگنے دینا تھا۔''

اس کا مطلب ہے کہ اگر وہ بھاگ جاتا تو رجم سے بچ جاتا۔

جواب:

اس کا یہ مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اگر وہ بھاگ جاتا تو رجم سے بچ جاتا،جیسا کہ موصوف نے دعویٰ کیا ہے۔کیوں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اسے رجم کرنے والوں میں شامل تھا۔جب ہم اس کو رجم کرنے کے لیے لے کر نکلے تو وہ بلند آواز سے چیخا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو، مجھے دھوکے میں رکھا گیا ہے،لوگوں نے مجھے بتایا تھا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ وہ تمھیں قتل نہیں کریں گے۔لیکن لوگوں نے اس کی بات نہ سنی اور رجم کر دیا۔جب ہم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کی یہ بات بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس کو میرے پاس لے کر آجاتے تو میں اس کی اچھی طرح تفتیش کر لیتا۔''

آخر میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''فاما لترك حد فلا . ''

(سنن ابى داود، رقم: ٤٤٢٠)

یعنی آپ ﷺ کے فرمان ''اس کو میرے پاس لے آتے'' کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے حد ساقط کرنے کی غرض سے یہ فرمایا تھا۔

دوسرا واقعہ:

حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نماز پڑھنے نکلی، ایک شخص نے اس سے زنا کیا۔اس عورت نے غلطی سے کسی دوسرے شخص کو متہم ٹھہرا دیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت وہاں سے گزری،لوگوں نے اس شخص کو پکڑ لیا۔عورت نے کہا کہ یہی وہ شخص ہے۔لوگ اس کو رسول اکرم ﷺ کے پاس لے کر آئے تا کہ اس کو رجم کر دیں۔عین اس وقت اصل مجرم بھی پہنچ گیا جس نے کہا کہ جرم دراصل میں نے کیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو جانے کا کہا اور بے گناہ شخص کے متعلق اچھے کلمات فرمائے اور اصل مجرم کو

رجم کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

''اس شخص نے ایسی توبہ کی ہے کہ اہل مدینہ (منافقین) بھی اس جیسی توبہ کرتے تو ان کی قبول ہو جاتی۔''

(جامع ترمذی، حدیث نمبر:۱۴۵۴)

تیسرا واقعہ:

حضرت لجلاج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بازار میں کام کر رہے تھے کہ اچانک ایک عورت بچے کو اُٹھاتے ہوئی گزری۔ لوگ جوش سے اُٹھ کر کھڑے ہوئے، میں بھی ان میں شامل تھا۔ میں نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا اور نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا: ''اس بچے کا باپ کون ہے؟'' وہ عورت خاموش رہی، عورت کے ساتھ کھڑا ایک شخص کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس کا باپ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ متوجہ ہوئے، پھر سوال کیا: ''اس کا باپ کون ہے؟'' اس آدمی نے کہا کہ میں ہوں۔ بار بار جواب کے بعد آپ ﷺ نے دریافت کیا: ''کیا تُو شادی شدہ ہے؟'' اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا تو اس کو رجم کر دیا گیا۔

(سنن ابی دود، حدیث نمبر:۴۴۳۵)

چوتھا واقعہ:

ایک یہودی مرد اور عورت کو بھی رجم کیا گیا تھا۔ دونوں کا واقعہ کتب احادیث میں تفصیل سے آتا ہے، چنانچہ ایک روایت اس طرح ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اُنھوں نے کہا ہم میں سے ایک مرد اور عورت نے زنا کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمھاری تورات میں اس کی حد کیا ہے اُنھوں نے کہا منھ کالا کرنا اور کوڑے مارنا۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تورات میں تو رجم کا حکم ہے اگر تم سچے ہو تو تورات لے کر آؤ۔ وہ تورات لے کر آئے کھول کر پڑھنے لگے ایک شخص نے رجم والی آیت کے اوپر ہاتھ رکھ دیا اور آگے پیچھے پڑھنے لگا حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا اپنا ہاتھ اُٹھاؤ اس نے جب ہاتھ اُٹھایا تو اس کے نیچے آیت رجم تھی۔ اُنھوں نے کہا: اس نے سچ کہا ہے، اس میں یقیناً رجم کی آیت موجود ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ ان کو جب رجم کیا جارہا تھا تو مرد عورت کو پتھروں سے بچانے کے لیے خود آگے ہو کر پتھر برداشت کر رہا تھا۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر:۶۸۴۱، صحیح مسلم، حدیث نمبر:۱۶۹۹)

پانچواں واقعہ:

یہ قبیلہ غامد کی عورت کا واقعہ ہے۔ اس کی تفصیل بھی بہت ساری احادیث میں آئی ہے۔ اس عورت کا واقعہ موصوف نے بھی ذکر کیا ہے۔

صحیح مسلم (حدیث نمبر:۱۶۹۶، ۱۶۹۵) وغیرہ میں یہ واقعہ تفصیل سے آتا ہے۔ یہ واقعہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔ (دیکھیے مضمون ہذا کا عنوان ''حدِّ رَجم شریعت کی روشنی میں''، نمبر:۳)

عہد خلفاء کے واقعاتِ رجم:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں شادی شدہ زانی کو رجم کیا، اسی طرح آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء نے بھی شادی شدہ زانی کو رجم کیا۔ یہ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ رجم کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔ واقعات ملاحظہ فرمائیے:

① ...... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"رجم رسول اللّٰه ﷺ و رجم ابو بكر ورجمت ." (جامع ترمذی، رقم:۱۴۳۱)

''اللہ کے رسول ﷺ نے رجم کا حکم فرمایا، ابو بکر نے بھی رجم کیا اور میں نے بھی رجم کیا۔''

مزید فرماتے ہیں کہ مجھے خدشہ ہے کہ کچھ لوگ آ کر کہیں گے کہ یہ رجم کتاب اللہ میں نہیں ہے تو اس طرح وہ کتاب اللہ کے ساتھ کفر کے مرتکب ٹھہریں گے۔

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"الا وقد رجم رسول اللّٰه ﷺ وقد رجمنا

بعده . " (صحیح بخاری، رقم: ٦٨٢٩)

''خبردار! یقیناً اللہ کے رسول ﷺ نے (شادی شدہ زانی کو) رجم کیا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد (شادی شدہ زانی کو) رجم کیا۔''

④......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب محصور کیا گیا تو اُنھوں نے بلوائیوں کو مخاطب کر کے جو الفاظ فرمائے تھے ان میں یہ بھی تھا کہ یہ لوگ مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ کسی مسلمان شخص کا خون صرف تین وجہ سے حلال ہوتا ہے: (۱) مرتد ہو جائے۔ (۲) شادی شدہ ہو کر زنا کرے۔ (۳) کسی کو قتل کرے۔ (ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۵۳۳)

⑤......حضرت شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ایک عورت کو رجم کیا اور فرمایا:

"قد رجمتها بسنة رسول الله ﷺ . "

(صحیح بخاری، رقم: ٦٨٢١)

''میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق رجم کیا ہے۔''

خلفائے راشدین کے بعد رجم:

۱: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جب کوفہ کا گورنر مقرر ہوئے تو ان کے سامنے ایک مسئلہ آیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ زنا کیا ہے تو اُنھوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا، اگر اس عورت نے تیرے لیے اسے حلال کیا تو سو (۱۰۰) کوڑے لگاؤں گا اور اگر حلال نہیں کیا تو تجھے سنگسار کروں گا۔

(سنن ابی داود، حدیث نمبر: ۴۴۵۸)

۲: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا:

"ان النبی قد رجم ورجم خلفاء ه بعده والمسلمون . " (المغنی لابن قدامة: ٩/ ٣١٥)

''نبی کریم ﷺ نے رجم کیا، آپ ﷺ کے خلفاء اور مسلمانوں نے رجم کیا۔''

۳: جمہور کا بھی یہی موقف ہے:

"ان رسول اللّٰه ﷺ قد رجم وقد رجم خلفاء ه الراشدون بعد النبی ﷺ وصرحوا بأن الرجم حد . "

(کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة: ٥/ ٦٩)

''جمہور کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم کی حد جاری فرمائی اور نبی ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء نے رجم کیا اور اُنھوں نے رجم کے شرعی حد ہونے کی وضاحت کی ہے۔''



بقیه : جمعة المبارك كے فضائل و مسائل

مراد ہے، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔ لہٰذا اگر انسان دورانِ خطبہ لوگوں سے کلام کرنے سے خاموش رہے لیکن مخفی طور پر اپنے دل میں سلام کا جواب دے یا جسے چھینک آئے اسے آہستگی کے ساتھ جواب دے یا نبی ﷺ کا ذکر آئے تو آپ ﷺ پر مخفی طور پر درود بھیجے تو یہ شخص ہر مذکورہ ممانعت (سے اجتناب) اور حکم پر عمل کرنے والا ہی شمار ہوگا۔''



تعلیم وتربیت

قسط نمبر ۳ آخری

حقوق الزوجین

(مولانا) حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

بیوی کے ذمہ شوہر کے حقوق

❁......اطاعت:

سب سے پہلا نمبر ہے اطاعت کا۔ اطاعت اللہ تعالیٰ کا حق ہے، یعنی مخلوق کو چاہیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے، جیسا کہ ایک ملک کے حاکم کا حق ہوتا ہے کہ اس ملک میں بسنے والے لوگ اس کے قوانین پر عمل کریں۔

ملک میں چھوٹی سے چھوٹی اکائی گھر ہے، وہاں بیوی اور اولاد کا فرض ہے کہ صاحبِ خانہ کا حکم مانیں۔ فرش سے لے کر عرش تک تمام ادارے ایک ہی جذبے کے تحت مصروفِ عمل ہیں اور وہ جذبہ ہے اطاعت کا۔ یہ جذبہ نہ ہو تو نظم ونسق قائم نہیں رہ سکتا۔ مختلف اور متضاد احکام حالات کو زیر وزبر کر کے رکھ دیں گے اور سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

شوہر کا اپنی بیوی پر پہلا حق یہ ہے کہ بیوی اس کا ہر حکم بجالائے، شرط یہ ہے کہ اس کا کوئی حکم اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہ ٹکراتا ہو، لہٰذا ایک اچھی بیوی کی خصوصیت شوہر کی اطاعت ہے۔ اس کی تائید متعدد احادیث سے ہوتی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کون سی عورت سب سے زیادہ اچھی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خير النساء التي تسره إذا نظر، وتطيعه إذا أمر، ولا تخالفه في نفسها ولا مالها بما يكره.))(مسند أحمد: ٢/ ٢٥١، صححه الألباني في السلسلة الصحيحة، رقم: ١٨٣٨)

''سب سے اچھی عورت وہ ہے کہ جس وقت اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، جب اسے حکم دے تو بجالائے، اپنی ذات اور مال کے بارے میں خاوند کو ناگوار گزرنے والی بات نہ کرے۔''

اسی سلسلے کی بہت اہم حدیث سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثلاثة لا تجاوز صلاتهم آذانهم: العبد الآبق حتى يرجع، وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط، وإمام قوم وهم له كارهون.))

(جامع الترمذی، رقم: ٣٦٠)

''تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے کانوں سے تجاوز نہیں کرتی: بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ واپس آجائے، (دوسری) وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا خاوند اس سے ناراض ہو اور (تیسرا) وہ آدمی جو کسی قوم کا امام ہے اور وہ قوم اسے ناپسند کرتی ہو۔''

اس حدیث میں شوہر کی ناراضی کا سبب، بیوی کا گھریلو کام کاج میں عدم دلچسپی، سستی اور کاہلی سے کام لینا معلوم ہوتا ہے، لہٰذا بیوی کو چاہیے کہ وہ گھر کے نظم ونسق میں خاطر خواہ دلچسپی لے۔

❁......صبر:

زندگی میں غم اور خوشی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اگر خاوند کی آمدنی تھوڑی ہو تو زندگی کچھ تنگی سے گزرتی ہے، لیکن عورت کے تعاون سے گزر اوقات ہو ہی جاتی ہے اور حقیقی لذت اور راحت اسی ایثار وقربانی اور باہم تعاون کرنے ہی میں ہے۔ مسلمان بیوی کو صابر وشاکر بن کر

ان حالات کا مقابلہ صبر شکر ہی سے کرنا چاہیے اور خاوند کو اپنی تکلیف یا پریشانی کا احساس نہیں ہونے دینا چاہیے یا اس حد تک احساس نہ دلائے کہ وہ پریشان رہنے لگے۔

عورت کو تکلیف اور دکھ کے موقع پر کس طرح صبر و شکر کا مظاہرہ کرنا چاہیے، صحیح بخاری کی اس حدیث سے بخوبی واضح ہے، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا بیمار تھا، ابوطلحہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے کہ بچے کا انتقال ہو گیا، جب وہ تھکے ماندے گھر آئے تو پوچھا: بچے کا کیا حال ہے؟ ان کی بیوی اُم سُلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ پہلے سے زیادہ سکون میں ہے۔ پھر ان کی بیوی نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ کھانا کھایا۔ پھر اُنھوں نے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت اختیار کی۔ صبح اُنھوں نے غسل کیا اور باہر جانے لگے تو ان کی بیوی اُم سُلیم رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ان کا بیٹا فوت ہو چکا ہے۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر سارے واقعے سے آگاہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم نے رات کو اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات قائم کیے تھے؟'' اُنھوں نے عرض کیا: جی ہاں! چنانچہ نبی کریم ﷺ نے دعا کی: ''اے اللہ! ان دونوں کے ہاں برکت عطا فرما۔'' انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ان کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تو مجھے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے حفاظت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ۔ میں وہ بچہ آپ کی خدمت میں لایا اور اُم سُلیم نے کچھ کھجوریں آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجیں۔ آپ ﷺ نے اس بچے کو پکڑا اور دریافت کیا: ''اس کے ساتھ کوئی اور چیز بھی ہے؟'' لوگوں نے کہا: جی ہاں! کھجوریں ہیں۔ آپ نے ایک کھجور کو چبایا اور اس کے ساتھ بچے کو گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔''

(صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۱۳۰۱)

اس حدیث میں عورت کے لیے یہ درس ہے کہ صبر کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے نہ چھوڑے اور بڑی سے بڑی مصیبت پر صبر کرے، جیسا کہ اُم سُلیم رضی اللہ عنہا نے کمال استقلال کا مظاہرہ کیا اور رنج و غم کو ایسا چھپایا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سمجھے کہ بچہ واقعی اچھا ہو گیا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا عظیم ثمرہ عطا کیا۔

حقیقت ہے کہ اگر صحیح معنوں میں صبر کیا جائے تو صبر کے بہت فوائد ہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((ما أعطي أحد عطاء خيرا وأوسع من الصبر.))(صحيح بخاري، رقم: ١٤٦٩)

''کسی شخص کو ایسا عطیہ نہیں دیا گیا جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع ہو۔''

❁ ......ناموس اور مال کی حفاظت:

بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے گھر میں ایسے شخص کو آنے دے جس کا آنا شوہر کو ناپسند ہو یا ایسی جگہ جائے جہاں اس کا جانا شوہر کو ناگوار ہو۔

شوہر کا ایک حق یہ ہے کہ اس کی بیوی، اس کے گھر اور مال و اسباب کی نگہداشت کرے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((إن غاب عنها نصحته في نفسها وماله.))

(سنن ابن ماجه، رقم: ١٨٥٧)

''شوہر کہیں باہر جائے تو اس کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی اپنی عزت و آبرو اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((والمرأة راعية في بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها.))(صحيح بخاري، رقم: ٨٩٣)

''اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔''

لہٰذا بیوی کا فرض ہے کہ وہ شوہر کے گھر کی، جو دراصل اس کا اپنا گھر ہے، حفاظت کرے اور اس کے ساز و سامان اور دولت کو بھی حفاظت سے رکھے۔ فضول اور بے موقع خرچ یا استعمال نہ کرے۔

بعض بے عقل بیویاں اپنے میکے والوں کو شوہر کی دولت سے فائدہ پہنچانا شروع کر دیتی ہیں۔ اگر وہ خاوند کی مرضی کے بغیر ایسا کرتی ہیں تو خیانت کرتی ہیں اور اگر خاوند کی مرضی سے کرتی ہیں، تب بھی یہ ان کی فضول خرچی ہے لیکن اگر بیوی کے والدین غریب ہوں تو وہ شوہر کی مرضی سے اُنھیں فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنا اور پھر اس کو اللہ کے لیے کسی عزیز پر خرچ کرنا دہرے ثواب کا موجب ہے۔

❁......گھر کی نگہبانی میں یہ امر بھی شامل ہے کہ بیوی اُمورِ خانہ داری میں دلچسپی لے۔ اس سلسلے میں سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کی زندگی سے مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے دھوتی تھیں اور سر مبارک پر تیل لگاتی تھیں۔ گھر کا تمام کام کاج خود کرتی تھیں۔

اسی طرح سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری والدہ ماجدہ گھر کا تمام اندرونی کام کاج، مثلاً: کھانا پکانا، چکی چلانا، کپڑے دھونا، گھر میں جھاڑو دینا وغیرہ کام خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں اور انھی کاموں کے دوران میں ہماری ضرورتیں (مثلاً: نہلانا، کپڑے بدلوانا وغیرہ کام) وقت پر پوری کرتی تھیں۔

❁......تربیتِ اولاد بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔ شوہر کا یہ بھی حق ہے کہ بیوی اپنی اولاد کی مناسب تربیت کرے۔

❁......بیوی کو یہ بھی چاہیے کہ اپنے مطالبات کا جائزہ لے۔ اس کو صرف حلال اور جائز حد تک ہی رہنے دے، آگے نہ بڑھائے۔ ہمارے اسلاف میں ایسی نیک دل خواتین کا پتا چلتا ہے جو اس پر سختی سے کاربند تھیں۔ اُن کے شوہر یا والد جب کاروباری غرض سے سفر پر روانہ ہوتے تو یہ ان سے ان الفاظ میں درخواست کرتی تھیں کہ آپ حرام روزی سے کسی طرح بھی اپنا دامن آلودہ نہ کریں، کیوں کہ ہمارے لیے یہ تو ممکن ہے کہ قدرے بھوک اور تکلیف پر صبر کر لیں، مگر آگ کو برداشت کرنا ناممکن ہے۔

ہماری اُن ماؤں کو اسلامی قدروں کا اس قدر خیال تھا کہ شادی بیاہ کے موقعوں پر خاص طور پر اپنی بچیوں کو سننے اور اطاعت کرنے کی تلقین کیا کرتی تھیں، چنانچہ امام غزالی فرماتے ہیں کہ سیدہ اسماء بنت خارجہ فزاری رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو سسرال بھیجتے وقت جو نصیحت کی تھی، وہ یہ ہے:

''بیٹی! تم ایک جانے بوجھے آشیانے سے نکلی ہو اور ایسے مکان کو اپنا رہی ہو جسے تم نہیں پہچانتیں اور ایسے رفیقِ حیات سے تمھارا سامنا ہے جس سے تم نا آشنا ہو، مانوس نہیں، لہٰذا تمھیں چاہیے کہ زمین کی طرح اس کے پاؤں تلے بچھ جاؤ۔ وہ تمھارے حق میں آسمان بننے کی کوشش کرے گا۔ تم خود کو فرش کی طرح ثابت کرو، وہ تمھارے لیے ستون ثابت ہوگا۔ تم لونڈی بن کر رہو، وہ غلامِ بے دام بن کر رہے گا۔ کسی مطالبے پر اصرار نہ کرو، ورنہ بے زار ہو جائے گا۔ اس سے دُور دُور نہ رہو، ورنہ بھلا دے گا۔ اگر وہ قریب آئے تو تم بھی قریب آنے کی کوشش کرو، اگر وہ دور رہے تب بھی تم نزدیک جانے کی کوشش کرو۔ ہر حال میں اس کی عزت، شہرت اور شخصیت کا خیال رکھو۔ وہ تم سے سوائے مہک کے اور کچھ نہ سونگھنے پائے اور سوائے اچھی بات کے کچھ نہ سننے پائے۔''

آپ غور کریں کہ اُنھوں نے بیٹی کو کس قدر بہترین نصیحتیں کیں۔ مطلب یہ کہ مطالبات میں اعتدال سے کام لینا چاہیے، مطالبات محدود ہوں گے تو شوہر کی تگ و دو کم ہوگی اور اسے بھی دو چار گھڑیاں آرام کی میسر آ جائیں گی۔ مطالبات اور خواہشات کا سلسلہ آگے ہی آگے بڑھاتے نہیں رہنا چاہیے۔ خاوند کی قوتِ خرید سے بڑھ کر قیمتی

لباس کا مطالبہ بھی نہیں کرنا چاہیے، ورنہ ہوسکتا ہے کہ خاوند اس کے مطالبات پورے کرنے کے لیے ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے، جرائم کے راستے پر چل نکلے، رشوت لینے لگ جائے۔

ہمارے ملک کے قریباً ہر طبقے کے لوگوں کی بیویوں نے بدقسمتی سے اپنے حقوق وفرائض پورے ادا نہیں کیے۔ چاہیے تو انھیں یہ تھا کہ اپنے شوہروں کی جائز آمدنی کے اندر رہ کر گزارا کرتیں، چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاتیں۔ کار، کوٹھی، بینک بیلنس اور بانڈز کے چکر میں نہ پڑتیں کہ ممکن ہے یہ چیزیں زندگی میں آسائش کا سامان تو بن جائیں، مگر یہ سکون دینے کے قابل نہیں ہیں۔ اور سکون ہی اصل دولت ہے۔ مال ودولت کی کوئی حیثیت ہوتی تو پیغمبروں اور ولیوں کو اس سے دور نہ رکھا جاتا۔

مسلمان بیوی خوش قسمت ہے کہ اس کے سامنے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن جیسی بے مثال خواتین کی مثالیں موجود ہیں، یہ نہ صرف مثالی خواتین تھیں بلکہ مثالی بیویاں بھی تھیں۔

اسی طرح خاوندوں کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیاں بہترین نمونہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اپنی بیویوں کے ساتھ بڑے خوش گوار تھے۔ پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگائی۔ اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دبلے پتلے جسم کی تھیں، ہلکی پھلکی ہونے کے سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گئیں۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے ان سے پھر دوڑ لگائی، اس وقت ان کا جسم قدرے فربہ ہو چکا تھا، لہٰذا دوڑ میں پیچھے رہ گئیں۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے عائشہ! ''یہ پہلی بار کا بدلہ ہے۔'' یعنی پہلے تم آگے نکل گئی تھیں، آج میں نے آگے نکل کر اس دن کا بدلہ لے لیا۔ (مسند احمد: ۲۶۴/۶)

آپ ذرا غور کریں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دوڑ بلاوجہ نہیں لگائی۔ آپ نے اس سے اپنی اُمت کو یہ تعلیم دی کہ اگر زیادہ عمر والا، کم عمر والی سے شادی کرے تو اسے اپنی بیوی کی کم سنی کا خیال رکھنا چاہیے اور وہ اسی مناسبت سے اس کے جذبات کی رعایت رکھے۔ کیوں کہ بچوں کی طبیعت کھیل کود کو پسند کرتی ہے، لہٰذا انھیں اس کا موقع دینا چاہیے اور عملی طور پر اجازت دی جائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خود دوڑ لگائی۔

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حبشیوں کا کھیل دکھایا۔ وہ مسجد کے احاطے میں نیزوں سے کھیل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گڑیوں سے کھیلنے کی بھی اجازت دی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ محلے کی لڑکیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آجاتیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھیلنے لگ جاتیں۔ ایسے میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آتے تو انھیں کچھ نہ کہتے، بلکہ فرماتے: اطمینان سے کھیلو۔

ان سب باتوں میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر زیادہ عمر والے شخص کی کم عمر والی خاتون سے شادی ہو جائے تو اس کے ساتھ معاشرت کیسے کی جائے گی، چنانچہ آپ نے اُمت کو حُسنِ معاشرت کی تعلیم دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیویوں کے حقوق میں مکمل مساوات اور عدل قائم رکھتے تھے۔ کسی قسم کا کوئی فرق روا نہیں رکھتے تھے۔ رہا معاملہ محبت کا تو اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

> ''اے اللہ! جس کا مجھے اختیار تھا اس کی تقسیم تو میں نے مساویانہ کر دی، لیکن جو بات میرے بس میں نہیں، اس پر مجھے ملامت نہ کرنا۔'' (سنن ابی داود، حدیث نمبر: ۲۱۳۴، سنن نسائی، حدیث نمبر: ۳۳۹۵)

آپ کے ان الفاظ کا مطلب یہ تھا کہ معاملات اور معاشرت اختیاری چیزیں ہیں اور محبت اور طبیعت کا میلان اختیاری نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ازدواجی تعلقات حسنِ معاشرت اور حسنِ اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زانو سے ٹیک لگا لیتے تھے اور اسی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت بھی کیا کرتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا کہ وہ ایامِ ماہواری سے ہوتیں لیکن آپ ان کی طرف التفات فرماتے۔ یہ سب باتیں آپ کے ازواجِ مطہرات کے ساتھ

حسنِ سلوک اور لطف وکرم کا نتیجہ تھیں۔ جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ جن کا نام نکل آتا، وہی ساتھ جاتیں۔

جامع ترمذی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((خيركم خيركم لأهله، وانا خيركم لأهلي.)) (جامع الترمذي، رقم: ۳۸۹۵)

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے سب سے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر (سلوک کرنے والا) ہوں۔''

آپ تمام ازواجِ مطہرات کے گھروں میں تشریف لے جاتے۔ ان کے پاس بیٹھتے، ان کے حالات معلوم کرتے، جب رات ہو جاتی تو وہاں تشریف لے جاتے جہاں باری ہوتی۔ رات وہیں بسر کرتے۔ آپ باری کی اتنی پابندی فرماتے کہ کبھی کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے اور ایسا شاذ ونادر ہی ہوتا تھا کہ آپ ازواج مطہرات کے یہاں تشریف نہ لے گئے ہوں۔

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

میرے بھانجے! رسول اللہ ﷺ تقسیم میں ازواجِ مطہرات کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے، یعنی ہمارے پاس وقت گزارنے میں۔ اور بہت کم ایسا ہوتا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف نہ لائیں اور ہمارے قریب ہو کر نہ بیٹھیں، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ اس بیوی کے پاس پہنچتے، جس کی اس دن باری ہوتی اور آپ ﷺ اس سے ازدواجی تعلقات قائم کرتے۔ جب سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کمزور ہو گئیں اور ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں نبی کریم ﷺ ان کو چھوڑ نہ دیں تو اُنھوں نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی اور آپ ﷺ نے اس بات کو منظور کر لیا۔ (سنن ابی داود، حدیث نمبر: ۲۱۳۵)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کوئی عورت کسی عذر کی وجہ سے اپنی باری اپنی سوتن کو ہبہ کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، لیکن اس کے لیے خاوند کی رضامندی ضروری ہے، کیوں کہ خاوند کا جس طرح دوسری بیوی پر حق ہے اسی طرح اس ہبہ کرنے والی بیوی پر بھی حق ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پیالے کو جس جگہ منہ لگاتیں، نبی کریم ﷺ بھی ان سے پیالہ لے کر وہیں لب مبارک لگا کر پانی پیتے تھے۔ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہڈی پر سے گوشت کھاتیں تو آپ گوشت والی وہ ہڈی لے کر وہاں منہ لگاتے جہاں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کھایا تھا۔

آپ ﷺ بیویوں کا پاک صاف رہنا پسند فرماتے۔ آپ ان سے نرم لہجے میں گفتگو کرتے، کوئی بات ناگوار گزرتی تو صرف اتنا کرتے کہ التفات میں کمی کر دیتے۔ آپ گھر میں تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے داخل ہوتے۔

اپنی زندگی کے آخری دنوں میں جب نبی اکرم ﷺ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر بیمار ہوئے تو آپ نے اپنی بیویوں سے اس بات کی اجازت چاہی کہ وہ آپ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہنے دیں۔ سب نے خوشی سے اجازت دے دی۔

نبی کریم ﷺ کے ایسا کرنے سے یہ باتیں بخوبی سمجھ میں آتی ہیں کہ آپ اپنی بیویوں کے درمیان اس قدر انصاف فرماتے تھے۔ دوسرا یہ کہ شوہر ایک بیوی کی باری والے دن دوسری بیوی کے ہاں جانا چاہے تو اس کی اجازت حاصل کرے۔ تیسرا یہ کہ بیوی بھی ان حالات میں شوہر کی رعایت کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے شوہروں کو بیویوں کے حقوق کے معاملے میں جو نصیحت فرمائی ہے، وہ نصیحت کتب احادیث میں اس طرح آئی ہے:

''عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو، کیوں کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے، لہٰذا اگر تم اسے بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ بیٹھو گے اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے اور اگر اسے اس کے حال پر رہنے دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی، اس لیے میں تمھیں ان کے حق میں اچھے برتاؤ کی نصیحت کرتا ہوں۔

اس نصیحت کو قبول کرو۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر:۳۳۳۱)

پردے کا اہتمام:

اسی طرح شوہر کو چاہیے کہ بیوی کو پردے کی تلقین کرے اور سختی کے ساتھ اس پر عمل بھی کرائے، کیوں کہ بے پردگی بہت سی برائیوں کا پیش خیمہ ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے اس کا حکم دیا ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَـٰبِيبِهِنَّ﴾

[الاحزاب:۵۹]

''اے نبی! اپنی بیویوں سے، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔''

امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے جس قدر اہتمام کے ساتھ پردہ کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔

جنگِ جمل کا مشہور واقعہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی ان کے پاس اس وقت آئے جب کہ جنگ کا نقارہ بج چکا تھا اور میدانِ کارزار گرم تھا۔ ان کے بھائی کے ہاتھ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ایک رقعہ تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ان کی اونٹنی کے قریب ہو کر وہ رقعہ ان کو پیش کرنے لگے۔ اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر نقاب تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے بھائی کو پہچان نہ سکیں اور افسوس کے انداز میں بولیں: آج عام لوگ میرے پاس بغیر اجازت آنے کی جرأت کرنے لگ گئے ہیں۔ ان کے بھائی نے جواب دیا: نقاب اُٹھا کر دیکھو میں کون ہوں؟ غیر ہوں یا اپنا!

(''ایمان و عمل'' از مولانا عبدالرؤوف جھنڈانگری، ص:۴۷۶)

اس واقعہ سے آپ اندازہ لگائیں کہ امہات المومنین پردے کے معاملے میں کس قدر سخت تھیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنگ کے نازک موقع پر بھی پردے کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور پردے کی وجہ سے وہ اپنے سگے بھائی کو بھی نہ پہچان سکیں۔ عورتوں کو چاہیے کہ ان مثالی عورتوں کے کردار پر عمل کریں اور پردے کا اہتمام کریں۔

❁......شوہر کے حق کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لو كنت آمرا أحدا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها.))

(جامع الترمذی، رقم:۱۱۵۹)

''اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔''

سیدنا ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((والذي نفس محمد بيده لا تؤدي المرأة حق ربها حتى تؤدي حق زوجها.))

(سنن ابن ماجه، رقم: ۱۸۵۳)

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! کوئی عورت اس وقت تک اپنے رب کا حق ادا نہیں کرسکتی جب تک اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرلے۔''

یعنی عورت اگر صرف نماز روزے کا اہتمام کرتی رہے گی اور اپنے شوہر کے حقوق ادا نہیں کرے گی تو اس کی نجات نہیں ہوگی۔

پرمسرت اور خوش گوار ازدواجی زندگی کے لیے چند نصیحتیں:

❁......میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کی خوبیوں کو ہر وقت سامنے رکھیں اور خامیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کریں، کیوں کہ کچھ نہ کچھ خامی ہر انسان میں ہوتی ہے، اسی طرح کچھ نہ کچھ خوبیاں بھی ہر ایک میں ہوتی ہیں۔ اگر نظر خوبیوں پر رہے تو خامیوں کو نظر انداز کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

❁......خود بینی اور خود پرستی سے احتراز کریں، اس کے برعکس دوسرے کی خوبیوں کی تعریف کریں اور انھیں سراہیں۔

❁......دونوں بیک وقت غصے کا مظاہرہ نہ کریں۔ ایک فریق ہر

صورت میں تحمل اور برداشت سے کام لے۔ مرد کو خاص طور پر زیادہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور صنفِ نازک کو صنفِ نازک ہی سمجھے۔ اسے اپنی شفقت، پیار اور محبت کا مستحق ہی سمجھے، اسے اپنا حریف اور مقابل ہرگز نہ سمجھے۔

❁......تخلیہ ہو یا مجلس، ایک دوسرے کے خلاف جلی کٹی نہ کہیں۔

❁......ایک دوسرے سے تیز گفتاری اور سختی سے پیش نہ آئیں بلکہ نرم گفتاری اور نرمی کو معمول بنائیں۔

❁......ایک دوسرے کی بات ماننے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔

❁......ایک دوسرے کے لیے ایثار وقربانی کو معمول بنایا جائے۔

❁......نکتہ چینی یا بدخوئی اور خوردہ گیری سے اجتناب کیا جائے۔ اگر کبھی اس کی ضرورت پیش آ ہی جائے، تو نہایت حکمت اور شیریں الفاظ میں اس کا اظہار کیا جائے۔

❁......پچھلی غلطیاں دہرائی جائیں نہ وہ یاد دلائی جائیں، بلکہ ان کو فراموش کر دیا جائے۔

❁...... ہر فریق دوسرے کی جائز خواہش اور فطری جذبات کا احترام کرے، انھیں مجروح نہ کرے۔

❁......ایک دوسرے کو کبھی نظر انداز نہ کریں، بلکہ زیادہ سے زیادہ اپنائیت کا اظہار کریں۔

❁......ایک دوسرے کی غیر موجودگی میں باہمی رازوں اور مشترکہ چیزوں کی حفاظت کریں۔

❁......ایک دوسرے کو ہر حال میں خندہ پیشانی سے ملیں۔

❁...... بڑھ چڑھ کر ایک دوسرے کی خدمت کریں۔ دوسرے کو خادم اور اپنے آپ کو مخدوم نہ سمجھیں، بلکہ گھر کا نظام باہمی تعاون سے چلائیں۔

❁......کوئی ناراضی والی بات ہو جائے تو اسے بڑھنے نہ دیں بلکہ اولین فرصت میں اسے ختم کر لیا جائے، چنگاری کو شعلہ بنتے دیر نہیں لگتی۔ عقل مندی یہی ہے کہ چنگاری کو شعلہ نہ بننے دیا جائے، ورنہ ہنستا بستا گھر اُجڑ سکتا ہے، ایک خوش نما باغ خزاں میں تبدیل ہو سکتا ہے اور ایک نعمت کدہ جہنم کدہ بن سکتا ہے۔

❁......مرد بالا دست، قوَّام اور زیادہ قوت و ہمت والا ہے، اس لیے اسے عورت کے مقابلے میں زیادہ بردباری، صبر اور قوتِ برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ وہ عورت کی کمزوری اور فطری کجی کو حکمت اور صبر سے برداشت کرے۔ اسے بالکل سیدھا کرنے کے چکر یا زعم میں نہ پڑے، ورنہ وہ اسے سیدھا کرتے کرتے اپنا گھر اُجاڑ لے گا۔

❁......گھر میں آنے والے مہمان کا تعلق بیوی کے خاندان سے ہو یا شوہر کے خاندان سے، بحیثیت مہمان کے اپنی طاقت کے مطابق اس کی مہمان نوازی کی جائے۔ مہمان نوازی میں اپنے خاندان کے فرد کو تو اپنا سمجھا جائے اور دوسرے کو غیر، یہ تفریق بھی باہم بغض وعناد اور دلوں میں کدورت کا باعث بنتی ہے۔ اس سے اجتناب کیا جائے۔

❁......عُسْـر ہو یا یُسْـر (تنگ دستی ہو یا خوش حالی) دونوں حالتوں میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور پورے خلوص سے عہد وفا نبھائیں۔

❁......دونوں اپنی خواہشات اور جذبات کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو فوقیت اور ترجیح دیں۔

❁......گھر میں اور گھر سے باہر شرعی پابندی کا اہتمام کریں۔

❁......ساس، آنے والی بہو کو اپنی بیٹی سمجھے، بیٹی کی طرح اس سے پیار کرے اور بیٹی کی طرح ہی اس سے سارا معاملہ کرے۔ بہو، اپنی ساس کو ماں سمجھے، ماں کی طرح اس کا ادب واحترام کرے اور بیٹی بن کر گھر کے کام کاج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ عورت کی عزت کام کاج ہی میں ہے، نہ کہ شہزادی بن کر مسہری پر لیٹے رہنے میں۔

❁......نندیں (خاوند کی بہنیں) بھی بھابھی کو بہن سمجھیں اور بہنوں کی طرح اس سے معاملہ کریں۔ گھر کے سارے کام باہم مل کر

کریں۔ آنے والی دلہن ہی پر سارا بوجھ نہ ڈال دیں۔ ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ گھر کا سکون باہم پیار ومحبت میں ہے، نہ کہ باہم رقابت اور لگائی بجھائی میں۔

❁......زبان کی حفاظت کریں اور ''پہلے تولیں، پھر بولیں'' کے مقولے کو ہر وقت سامنے رکھیں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ تلوار کے زخم مندمل ہو جاتے ہیں، لیکن زبان کے زخم نہایت خطرناک ہوتے ہیں۔ یہ پہلے دل کو گھائل کرتے ہیں اور پھر گھر کی بربادی اور اولاد کی تباہی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

❁......مرد نہایت غصے اور کشیدگی کے عالم میں بھی طلاق کا لفظ کبھی زبان پر نہ لائے۔ اسی طرح عورت بھی خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے اور نہ طلاق لینے والا رویہ ہی اختیار کرے۔ دونوں ہر حالت میں عقدِ نکاح کو نبھانے کی کوشش کریں۔

❁......خاص طور پر صاحبِ اولاد ہونے کی صورت میں کبھی ایک دوسرے سے علیحدگی کا نہ سوچیں۔ علیحدگی کی صورت میں دونوں کا گھر ہی نہیں اُجڑے گا، اولاد کا مستقبل بھی برباد ہو جائے گا۔ ان غنچوں کو بن کھلے ہی نہ مرجھا دیں، بلکہ دونوں مل کر ان کی حفاظت اور تربیت کریں تا کہ وہ ثمر دار درخت بن کر ان کے لیے گھنی چھاؤں کا کام بھی دیں اور ان کے لیے بڑھاپے میں سہارا بھی بنیں۔

الاعتصام کے خریدار توجہ فرمائیں

سالانہ خریداری کی تجدید یا نئی خریداری کے لیے رقم براہِ راست دفتر الاعتصام روانہ فرمائیں۔ الاعتصام کا نمائندہ بن کر اگر کوئی آپ سے رقم وصول کرنا چاہے تو براہِ کرم موبائل فون نمبر 0333-4786507 پر رابطہ فرما کر پہلے تصدیق ضرور کر لیجیے۔ بہ صورت دیگر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔ اور نہ آپ کے نام رسالہ جاری کیا جائے گا، شکریہ۔ (ادارہ)

بقيه : تصوف نقل و عقل كي روشني ميں

صوفی منش کے مخصوص اوراد وأذکار اور اس کے حلقے کا نام طریقۃ پڑا۔ پہلے پہل جس ''طریقۃ'' کی نشوونما ہوئی وہ ''طریقہ سقطیہ'' تھا جو سری سقطی کی طرف منسوب ہے، پھر ''طریقہ جنیدیہ'' وجود میں آیا جو جنید بغدادی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔ یہ دونوں طریقے تیسری صدی ہجری کی پیداوار ہیں، پھر ''طرق'' کا ایک سلسلہ چل پڑا حتی کہ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں یہ اپنے اوج کمال کو پہنچ گئے، ان دونوں صدیوں میں اس قدر صوفی طرق وجود میں آئے کہ اگلے کسی دور میں اس کی نظیر نہیں ملتی، حد یہ تھی کہ ایک ہی ''طریق'' سے کئی کئی طرق نکلے، ان طرق کی بنیاد جن اہم تین عناصر پر قائم ہوئی وہ یہ ہیں۔

۱: طریقہ کی طرف نسبت رکھنے والے کا اپنے ارادے کو سلب کرنا اور اپنی قوت ارادی کو شیخ نسبت کے حوالے اس طرح کر دینا کہ ذرہ برابر اس کی مخالفت کا تصور ذہن میں راہ نہ پا سکے۔ اس عنصر کی تعبیر وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ ''مرید، شیخ کے سامنے ویسے ہی ہو جیسے مردہ اپنے غسل دینے والوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔''

۲: مرید کا دنیا سے مکمل طور پر منقطع ہو کر عام زندگی سے لاتعلق ہونا اور مسلمانوں کے دشوار گزار کاموں اور ان کے منصوبوں کے متعلق کسی قسم کی گفتگو نہ کرنا۔

۳: مرید کا پیچیدگیوں سے پُر چند مخصوص رموز وکلمات کی فضا میں زندگی گزارنا ساتھ ہی یہ دعویٰ کرنا کہ ان کے معانی کے پیچ وخم کو شیخ متبوع کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔ اس تیسرے عنصر میں مرید کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ اندھے، بہرے اور پاگل آدمی سے کوئی بات کہی جائے اور وہ ہر بات میں اثبات کا سر ہلاتا جائے اور بلا چوں چرا اس کو قبول کر لے۔



تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ۹ آخری

تصوف نقل و عقل کی روشنی میں

ڈاکٹر ابراہیم بن محمد البریکان ترجمہ: صہیب حسن فضل حق مبارک پوری

صوفی اور ان کے طرق:

رفتہ رفتہ دوسری صدی گزر گئی اور تصوف اپنی اس مخصوص انفرادی عبادت سے آگے نہ بڑھا تھا جو دنیا کے اندر زہد اور اس کے کم سے کم حصول، طلب آخرت میں کوشش، مختلف قسم کی ظاہری عبادات کے ذریعہ ظاہر کی اصلاح اور مختلف النوع باطنی اخلاق کے ذریعہ تزکیہ باطن سے عبارت تھی۔ (الصوفية بين الحق والخلق ، ص: ٢٢٥)

ابھی تیسری صدی ہجری نہیں آئی تھی کہ تصوف، اجتماعی اور نئی شکل اختیار کر کے اپنی پرانی شکل چھوڑنے لگا۔ یہ اجتماع بعض ان اشخاص کے ارد گرد تھا جنھیں اپنے صاحب کشف ہونے کا دعویٰ تھا۔

سید ابوالغیض المنوفی الحسینی فرماتے ہیں:

''اہل تصوف کے یہ سارے طرق اولیاء میں سے کسی نہ کسی سے نسبت رکھتے ہیں۔ کبھی ان اولیاء میں سے کسی کا بلند مرتبہ پوتا ان طرق کا وارث ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے بھی اس کے نیک آباء واجداد کی طرح کرامتوں سے نواز دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو بھی ان (اولیاء) کے نقش قدم پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی انھیں کی طرح نواز دیتا ہے۔ اور جو افراط وتفریط کا شکار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ انھی ہی کی وجہ سے اس پر بھی نوازش فرما دیتا ہے۔''

(الصوفية معتقدا ومسلكا، ص: ۴۳)

ابوغیض کا یہ قول کہ ''تفریط کا شکار ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ انھی اولیاء کی وجہ سے نوازتا ہے'' واضح طور پر محل نظر ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں ہر شخص اپنے اعمال کے عوض گروی رکھا گیا ہے۔

درج ذیل آیتیں اسی سنت الٰہیہ پر دلالت کرتی ہیں:

❁.... ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾

[البقرة: ٢٨٦]

''جو نیکی وہ (نفس) کرے وہ اس کے لیے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے۔''

❁.... ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ٥﴾ [المدثر: ٣٨]

''ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے۔''

❁.... ﴿وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا٥﴾ [مريم: ٩٥]

''یہ سارے کے سارے قیامت کے دن اکیلے اس کے پاس حاضر ہونے والے ہیں۔''

❁.... ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى٥وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ٥ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ٥﴾

[النجم: ٣٩-٤١]

''اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی۔ اور یہ کہ بے شک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔ پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔''

معلوم ہوا کہ جو شخص عمل کے سلسلے میں تفریط (کوتاہی) کا شکار ہوگا وہ مستحقِ عقاب ہوگا نہ کہ مستحقِ اکرام۔ اور جو شخص اچھے اعمال کرے گا وہی اجر وثواب سے ہمکنار ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ٥﴾ [الرحمٰن: ٦٠]

''احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے۔''

(باقی صفحہ ۲۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

اصلاحِ معاشرہ

اپنا کام دوسروں پر ڈالنے کی عادت

اُمِ عبد منیب

اس وقت میرے سامنے چند دعوتی کارڈ پڑے ہوئے ہیں جو کسی صاحب نے اپنے ہاں تقریب کے سلسلے میں مختلف احباب تک پہنچانے کے لیے میرے ہاں بھجوا دیے۔ ان کے خیال کے مطابق مدعووین کے ساتھ میرا رابطہ میزبان کی نسبت زیادہ رہتا ہے، لہٰذا میرے لیے یہ کارڈ ان تک پہنچانا آسان ہے۔

عموماً ہمارے معاشرے میں دعوتی کارڈ اسی انداز سے بھیجنے کا رواج ہے۔ کسی مدرسے کی تقریب ہو یا کسی کا ولیمہ، عقیقہ ہو یا رخصتی، آمین کی رسم ہو یا کسی مقابلے کا انعقاد، کسی اہم شخصیت کی آمد ہو یا کسی ادارے کی افتتاحی تقریب۔ دورِ حاضر کی ان قسم ہا قسم تقریبات پر کارڈ بھیجنا ایک رواج بن چکا ہے۔ پھر یہ کارڈ مخصوص شخصیات تک پہنچانے کے لیے یا بلاتخصیص عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے کچھ لوگوں کو کارڈ دے دیے جاتے ہیں۔ جسے یہ کارڈ دیے گئے ہیں اب وہ شرعاً انھیں متعلقہ افراد تک پہنچانے کا ذمہ دار قرار پاتا ہے۔

معاملہ صرف دعوتی کارڈوں ہی کا نہیں ہے، ہمارے معاشرے میں ایسے بہت سے چھوٹے چھوٹے کام ہیں جنھیں ہم خود کرنے کی بجائے کسی اور کے ذمے لگا دیتے ہیں، مثلاً: فلاں کو یہ چیز دے دینا یا اس تک میرا یہ پیغام پہنچا دینا وغیرہ وغیرہ۔ بہ ظاہر ان کاموں پر کوئی وقت نہیں لگتا لیکن ذرا غور کیجیے!

❁......ایک محترمہ نے کہا کہ فلاں کو یہ پیغام پہنچا دیجیے۔ رابطے کا ذریعہ فون تھا وہ خراب ہو گیا، اب پبلک کال سنٹر سے جا کر فون کال کرے اور من وعن پیغام پہنچائے۔ گویا وقت، پیسہ اور ایسا شخص چاہیے جو متعلقہ پیغام کو بخوبی پہنچا سکے۔ (تب موبائل نہیں تھا)

❁......ایک محترمہ نے کپڑوں کا تھیلا دیا کہ فلاں کے گھر کوئی آئے جائے تو پہنچا دیجیے گا۔ وہ کافی دور رہتی ہیں جب کہ ہمارا گھر جہاں کپڑے پہنچانے ہیں ان کے قریب ہے لیکن اتنا بھی قریب نہیں کہ گلی سے گزرتے ہوئے انھیں پکڑا دیں۔ اب یہ مشکل آ پڑی کہ نہ تو ان میں سے کوئی ہمارے ہاں آیا اور نہ ہماری طرف سے کوئی اُدھر گیا۔ اب اس امانت کو پہنچانے کے لیے خصوصی وقت نکالنا پڑا۔

اس سلسلے میں چند باتیں انتہائی غور طلب ہیں:

❁......جس شخص کو یہ کام سونپا گیا وہ نہ کرے تو اللہ کے ہاں مجرم ٹھہرے گا۔

❁......جس شخص نے اس کے ذمے یہ کام لگایا جب اسے پتا چلے گا کہ اس نے کام نہیں کیا تو وہ خفا ہوگا۔ ممکن ہے یہ ذرا سی بات ان کے درمیان چپقلش کی وسیع دیوار کھڑی کر دے۔

❁......جس شخص تک یہ چیز یا پیغام پہنچانا تھا وہ بھی اس درمیانی شخص پر بگڑ بیٹھے گا کہ اس نے بروقت اطلاع کیوں نہ دی۔

❁......جس شخص نے یہ پیغام یا چیز کسی دوسرے کے ذمے کر دی وہ خود سبک دوش ہو گیا لیکن اگر بروقت متعلقہ شخص تک درمیانی شخص نہ پہنچائے تو وہ پہلے شخص پر طرح طرح کی بدگمانیاں کرے گا، مثلاً: شادی کارڈ نہیں پہنچ سکا تو وہ سوچے گا کہ فلاں فلاں کو تو بلا لیا اور مجھے نہیں بلایا۔

❁......چوں کہ معاشرے میں جھوٹ کی عادت عام ہے اور بدگمانی بھی عام ہے، لہٰذا ان تین لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی اس گناہ میں ملوث ہو ہی جائے گا۔

گویا بہ ظاہر اتنے معمولی سے کام بھی غیر معمولی رنجش، جھگڑے، بداعتمادی اور جھوٹ وغیرہ قباحتوں کی بنیاد بن جاتے ہیں ۔ اس عادت کے برے اثرات سے معاشرے کو بچانے کے لیے درج ذیل احتیاطی اُمور پیش نظر رکھنے چاہئیں:

❁……اپنا کام خود کیجیے۔ یہ پوری دنیا کا جانا پہچانا اور مانا ہوا اُصول ہے لہٰذا اپنا کام دوسرے پر مت ڈالیں۔

اسلام اسی اصول کو فروغ دینا چاہتا ہے ۔ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من يكفل لي ان لايسأل الناس شيئا وأتكفل له بالجنة .))

(سنن أبي داود، رقم:١٦٤٣)

''کون ہے جو مجھے ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

جناب ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: میں ضمانت دیتا ہوں۔ چنانچہ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے۔ حالت یہ تھی کہ سوار ہوتے اور کوڑا گر جاتا تو وہ کسی سے نہ کہتے کہ کوڑا پکڑا دو بلکہ خود سواری سے اتر کر کوڑا پکڑتے۔

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:۱۸۳۷)

❁……کسی پر اس کی دلی رضا مندی کے بغیر ذمہ داری مت ڈالیں۔ اچھے طریقے سے معلوم کریں کہ اس کے لیے ایسا کرنا ممکن ہوگا یا نہیں؟

❁……اگر کوئی انکار کردے تو بُرا مت مانیں۔ ہمارے ہاں لوگ اس خیال سے انکار نہیں کر پاتے کہ مخاطب کو اس کا انکار برا لگے گا۔ قرآن حکیم میں فرمان ہے:

﴿فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فِيۡهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدۡخُلُوۡهَا حَتّٰى يُؤۡذَنَ لَـكُمۡ‌ وَاِنۡ قِيۡلَ لَـكُمُ ارۡجِعُوۡا فَارۡجِعُوۡا﴾[النور: ٢٨]

''پھر اگر تم ان میں (یعنی گھروں میں) کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمھیں اجازت دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ۔''

❁……ذمہ داری قبول کرنے والا اپنے حالات و وسائل کا بغور جائزہ لے اور سوچ سمجھ کر ہامی بھرے، ورنہ انکار کردے۔ پاس لحاظ میں ہاں کرلینا اور بعد میں چپقلش ہو جائے، اس سے بہتر ہے کہ ذمہ داری قبول ہی نہ کی جائے۔

❁……کسی پر ذمہ داری ڈالتے ہوئے یہ مت سوچیں کہ وہ یہ کام کرسکتا ہے، ممکن ہے اس کی کچھ ایسی مجبوریاں ہوں جن سے ہم واقف نہیں اور وہ واقعی یہ کام نہ کرسکتا ہو۔

❁……اگر وہ اپنی مجبوری نہیں بتانا چاہتا تو کھوج لگانے کی کوشش مت کریں۔

ہمارا معاشرے میں غیر ضروری کاموں کو بھی ضروری سمجھ لیا گیا ہے، لہٰذا خوب اچھی طرح سوچیے اور غیر ضروری کاموں کو اپنی زندگی سے خارج کردیجیے۔



تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دونسخوں کا آنا ضروری ہے

الفرقان (تفسیر سورۂ آل عمران)

ترتیب وتہذیب: شیخ عمر فاروق
ضخامت: ۶۷۲ صفحات
پتا: جامعہ تدبر القرآن، 15بی، وحدت کالونی لاہور۔
تبصرہ نگار: حافظ صلاح الدین یوسف

شیخ عمر فاروق حفظہ اللہ دینی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ خاص طور پر ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے قارئین شیخ صاحب موصوف کو خوب جانتے پہچانتے ہیں کیوں کہ سالہا سال تک وہ ہر ہفتے ان کے درس حدیث سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ جونہایت جامع، نصیحت آموز اور ملک وملت کی اصلاح کے خیرخواہانہ جذبے سے معمور ہوتے تھے۔

اسی طرح ہفت روزہ ''ایشیا'' لاہور کے قارئین بھی ان کی شخصیت سے خوب باخبر ہیں جو''الاعتصام'' کے بعد''ایشیا'' میں باقاعدگی سے ان کی نگارشات عالیہ سے فیض یاب ہورہے ہیں اوراس میں بھی یہ سلسلہ سالہا سال سے جاری ہے۔

''الاعتصام'' میں ان کے فیوضات ''درس حدیث'' کے عنوان سے چھپتے تھے۔ اب ''ایشیا'' میں یہ چشمۂ فیض ''تفسیر قرآن'' کے عنوان سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ اس قلم کو رواں اوراس سرچشمۂ رُشد وہدایت کو جاری رکھے جس سے ہزاروں نہیں بلکہ شاید لاکھوں لوگوں کو ہدایت و رہنمائی مل رہی ہے، جینے کے سلیقے اور قرینے سے آگاہ ہورہے ہیں اور دین ودنیا کی سعادتوں کو اپنے دامنوں میں سمیٹ رہے ہیں۔ متعنا اللہ بطول حیاته .

یہ تفسیری سلسلہ کئی سالوں سے جاری ہے۔ اس سے قبل اس کے کئی اجزاء شائع ہو چکے ہیں، یہ جز سورۂ آل عمران کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ آخر میں سورۂ حجرات کی تفسیر اور عربی زبان کے مختصر قواعد ہیں۔

شیخ صاحب موصوف کا تفسیری انداز سادہ، نہایت سہل اور قرآن کریم کی حکمتوں اور نصیحتوں اور دروس وعِبَر کی وضاحت سے بھر پور ہے۔ جدید وقدیم عربی، اردو تفاسیر ان کا مأخذ ہیں اور وہ ان سے کام کے نکتے یا یوں کہہ لیجیے کہ وہ اس بحر ناپیدا کنار کی غواصی کر کے اس سے بیش قیمت جواہر اور لعل و گوہر نکال کر صفحۂ قرطاس پر بکھیر دیتے ہیں۔ ساتھ ساتھ حسب حال اُردو کے اشعار بھی ہار میں موتیوں کے طرح جڑ دیتے ہیں جن سے حکمت وموعظت کے پہلو واضح تر ہو جاتے ہیں جو فاضل مفسر کے اردو کی مصلحانہ شاعری سے لگاؤ اور ان کے جذب دروں ہی کے مظہر ہیں۔

اور ان کتابوں کی اشاعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے اہل خیر قارئین سے جذبۂ خیر سے اپیل کر کے ان کو تعاون علی البرّ (خدمت دین بذریعہ اشاعت کتب) کی دعوت دیتے ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے اور ذخیرۂ آخرت کے لیے اس صدقہ جاریہ میں حصہ لیتے ہیں اور شیخ صاحب موصوف ان کتابوں کو زرکثیر خرچ کر کے زیور طباعت سے آراستہ کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کے ان حسین مرقعوں کو پیکر جمیل میں ڈھال کر دینی ذوق سے بہرہ ور اور مطالعے کے خوگر حضرات کی خدمت میں ہدیتاً پیش کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مخلص قلمی خدمت گار کی محنت بھی قبول فرمائے اور مالی خدمت گاروں کو بھی دنیا وآخرت میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے ع

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

نوٹ: یاد رہے یہ کتاب بذریعہ ڈاک نہیں بھیجی جائے گی، صرف مذکورہ بالا پتے سے دستی ہی بلا قیمت مل سکتی ہے۔



فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دار الدعوۃ السلفیہ، لاہور

۵۔ثناء اللہ امرتسری۔آفتہ اللہ۔
۶۔ثناء اللہ امرتسری۔فتح ربانی در مباحثہ قادیانی۔
۷۔ثناء اللہ امرتسری۔عقائد مرزا۔
۸۔ثناء اللہ امرتسری۔مرقع قادیانی۔
۹۔ثناء اللہ امرتسری۔چیستان مرزا۔
۱۰۔ثناء اللہ امرتسری۔زارِقادیان۔
۱۱۔ثناء اللہ امرتسری۔فسخ نکاح مرزائیاں۔
۱۲۔ثناء اللہ امرتسری۔نکاح مرزا۔
۱۳۔ثناء اللہ امرتسری۔تاریخ مرزا۔
۱۴۔ثناء اللہ امرتسری۔شاہ انگلستان اور مرزائے قادیان۔
۱۵۔ثناء اللہ امرتسری۔لیکھرام اور مرزا۔
۱۶۔ثناء اللہ امرتسری۔ثنائی پاکٹ بک۔

۸۹۳ء۲۹۷ ثناء اللہ امرتسری

ث ء ل احتساب قادیانیت جلد(۹) ص: ۶۰۶۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ، ملتان۔

۱۷۔ثناء اللہ امرتسری۔قادیانی مباحثہ دکن۔
۱۸۔ثناء اللہ امرتسری۔شہادات مرزا۔
۱۹۔ثناء اللہ امرتسری۔نکات مرزا۔
۲۰۔ثناء اللہ امرتسری۔ہندوستان کے دو ریفارمر۔
۲۱۔ثناء اللہ امرتسری۔محمد قادیانی۔
۲۲۔ ثناء اللہ امرتسری۔قادیانی حلف کی حقیقت۔
۲۳۔ثناء اللہ امرتسری۔تعلیمات مرزا۔
۲۴۔ثناء اللہ امرتسری۔فیصلہ مرزا۔
۲۵۔ثناء اللہ امرتسری۔تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار۔
۲۶۔ثناء اللہ امرتسری۔علم کلام مرزا۔
۲۷۔ثناء اللہ امرتسری۔عجائبات مرزا۔
۲۸۔ثناء اللہ امرتسری۔ناقابل مصنف مرزا۔
۲۹۔ثناء اللہ امرتسری۔بہاء اللہ اور مرزا۔
۳۰۔ثناء اللہ امرتسری۔اباطیل مرزا۔
۳۱۔ثناء اللہ امرتسری۔مکالمہ احمدیہ۔
۳۲۔ثناء اللہ امرتسری۔بطش قدیر بر قادیانی تفسیر۔
۳۳۔ثناء اللہ امرتسری۔محمود مصلح موعود۔
۳۴۔ثناء اللہ امرتسری۔تحفہ احمدیہ۔

توحید خالص سیمینار اور عظمتِ توحید مظاہرہ کی لمحہ بہ لمحہ رپورٹ

(نمائندہ خصوصی ندائے لاہور)

سیمینار اور مظاہرہ کی رپورٹ پیش کرنے سے پہلے اس بات کا حلف دیتا ہوں کہ جو کچھ بیان کروں گا وہ حق اور سچ پر مبنی ہوگا، حلف کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ تحریکیں چلانے والے اکثر لوگ اپنے کام کو دگنا تگنا بنا کر بیان کرتے ہیں جبکہ میں ایسا نہیں کروں گا لہٰذا نہ اس میں جھوٹ ہوگا اور نہ اس میں مبالغہ پایا جائے گا۔ کافی دنوں سے یہ بات سنائی دی جارہی تھی کہ لاہور میں تحریک دعوتِ توحید شرک و بدعت کے خلاف ایک پُرامن مظاہرہ کرنا چاہتی ہے یقین نہیں آتا تھا کہ ایک نوزائیدہ تحریک جس کا باقاعدہ کوئی نظم نہیں وہ اتنا بڑا کام کس طرح کر پائے گی وہ بھی لاہور جیسے شہر میں جہاں پوری انتظامیہ موجود ہے پھر لاہور کی اکثریت حضرت ہجویری کے بارے میں غلو کی حد تک عقیدہ رکھتی ہے میرے لیے یہ بات اس لیے بھی اچنبہ تھی کہ ابھی تو حضرت ہجویری کے عرس کے بینرز بھی لگے ہوئے ہیں اس جذباتی فضاء میں ایک چھوٹی سی تحریک کا شرک کے خلاف مظاہرے کا فیصلہ کرنا دل کی دھڑکن کو تیز کر دیتا تھا تاہم دل سے دعا نکلتی تھی کہ اللہ کرے کہ یہ مظاہرہ کامیاب ہوجائے کیونکہ اس انداز سے کام کرنے میں مشکلات کا آنا یقینی امر ہوتا ہے لہٰذا یہی کچھ دیکھنے میں آیا،

آئیں میں آپ کو پریس کلب میں لے چلتا ہوں تا کہ آپ بُعد مکانی کے باوجود توحیدِ خالص سیمینار اور عظمت توحید ریلی کو تصور کی آنکھ سے دیکھ پائیں اور آپ کو یقین ہوجائے کہ اپنے اس دور میں بھی کچھ لوگ اٹھ کھڑے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے اپنی نصرت کے دروازے کھول دیتا ہے یقین جانیں میں نے ربِ کریم کی نصرت کے دروازے کھلتے ہوئے دیکھے آئیں توحید خالص سیمینار اور عظمتِ توحید ریلی کی لمحہ بہ لمحہ رپورٹ پڑھتے ہیں۔

① ۔عظمت توحید ریلی ناکام کرنے اور میاں محمد جمیل کو گرفتار کرنے کے لئے لاہور پولیس رات کے وقت ہی حرکت میں آچکی تھی۔

② ۔D.S.P سکیورٹی اور D.S.P پریس کلب رینج لاہور بار بار میاں صاحب سے ٹیلی فون پر رابطہ کر رہے تھے کہ یہ مظاہرہ نہیں ہونا چاہیے ایک D.S.P نے یہاں تک وارننگ دی کہ ہم یہ مظاہرہ ہرگز نہیں ہونے دیں گے اور آپ کو پتہ چل جائے گا............

③ ۔میاں صاحب عرصہ 28 سال سے مسجد ابوھریرہ کریم بلاک اقبال ٹاؤن میں خطابت کر رہے ہیں اور ہر جمعہ پولیس کے نوجوان سکیورٹی کے لیے موجود ہوتے ہیں لیکن آج مقامی S.H.O کی نگرانی میں پولیس کی نفری صبح کی اذان کے وقت سے صاحب کی رہائش مسجد سے دور ہے۔ پولیس بار بار شیخ الحدیث حافظ ذوالفقار صاحب سے یہ استفسار کرتی کہ میاں صاحب کہاں ہیں ہم نے ان سے میٹنگ کرنی ہے حالانکہ ان کا مقصد انہیں گرفتار کرنا تھا۔

④ ۔اعلیٰ حکام کے حکم پر دوپہر بارہ بجے پولیس مسجد میں داخل ہوئی اور انہوں نے ایک ایک بینر اور پلے کارڈ کی عبارت پڑھی اور اعلیٰ حکام کو رپورٹ پیش کی۔

⑤ ۔۲ بجے کے قریب S.S.P نے فون پر مقامی S.H.O کو حکم دیا کہ حافظ ذوالفقار کو پکڑ لیا جائے یا پھر وہ میاں جمیل کو پیش کرے لیکن S.H.O نے رپورٹ کی کہ اس طرح صورت حال مزید نازک ہوجائے گی۔

⑥ ۔پریس کلب اندرون شہر شملہ پہاڑی کے دامن میں واقع ہے انتظامی طور پر یہ ایریا لاہور صدر میں آتا ہے لاہور صدر کے S.S.P نے پولیس کو حرکت میں آنے کا حکم دیا جس کے نتیجے میں تقریباً 150 پولیس کے مسلح جوان آنسو گیس لیے شملہ پہاڑی پریس کلب کے چاروں طرف کھڑے ہوگئے دوسری طرف D.S.P اپنی ٹیم کے ساتھ میاں صاحب کی تلاش میں رہا لیکن میاں صاحب اتوار کی صبح ہی دائیں بائیں ہوچکے تھے۔

انتظامیہ نے پریس کلب کمیٹی کو حکم دیا کہ سیمینار کی اجازت منسوخ کردی جائے پریس کلب والوں نے تحریک کے سیکرٹری اطلاعات کاشف منظور کو بلا کر کہا کہ ہم آپ کو سیمینار نہیں کرنے دیں گے۔

⑦ ۔عوام کے ہجوم کی وجہ سے پریس کلب کے ہال سے کچھ کرسیاں اٹھا دی گئیں اور سامعین فرش پر بیٹھ گئے سردی کے باوجود حبس کا عالم یہ تھا کہ ہال کے پنکھے چلانے پڑے لیکن اس کے باوجود لوگ پسینے سے شرابور ہو گئے لوگوں کے پسینے سے جگہ جگہ ہال کا فرش گیلا ہوگیا۔ عام طور پر پریس ہال میں چار (۴) سو آدمی کی گنجائش ہے مگر آج ہال میں حاضرین کی تعداد دگنی تھی اور اس سے تین گنا لوگ سڑک پر موجود تھے۔

⑧ ۔پریس کلب میں سیمینار کی اجازت اڑھائی سے ساڑھے چار بجے تک تھی مگر ڈیڑھ بجے مولانا انور صالح صاحب کی قیادت میں گوجرانوالہ کا قافلہ اور لاہور سے سینکڑوں کی تعداد میں لوگ پریس کلب پہنچ گئے اس صورتحال کے پیش نظر انتظامیہ نے پریس کلب والوں کو حکم دیا کہ پریس کلب ہال کھول دیا جائے لہٰذا اڑھائی بجے کی بجائے ڈیڑھ بجے ہی پریس کلب کا ہال کھچا کھچ بھر گیا اور

۔ تلاوت اور نعتِ رسول ﷺ کے بعد سب سے پہلے جماعت الدعوۃ کے مرکزی راہنما پروفیسر ظفر اقبال نے مؤثر خطاب فرمایا ان کا کہنا تھا کہ توحید تمام عبادات اور جہاد کی بنیاد ہے اس لیے ہمیں توحید کے لیے سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

۔ شیخ الحدیث حافظ ذوالفقار علی ابوہریرہ شریعہ کالج نے فرمایا کہ توحید ہی مسلمانوں کی قوت کا سرچشمہ ہے۔

۔ مولانا کاشف منظور تحریک کے سیکرٹری اطلاعات نے تحریک کی دعوت اور سیمینار منعقد کرنے کے راستے میں آنے والی مشکلات کا تفصیل سے ذکر کیا۔

۔ قاری عزیز الرحمان توحیدی تحریک دعوتِ توحید لاہور کے کنوینر نے لوگوں کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ انشاء اللہ ہم دوسرے شہروں میں بھی ایسے پروگرام منعقد کریں گے۔

۔ جماعت اہل حدیث کے امیر حافظ عبدالغفار روپڑی نے فرمایا کہ ہماری جماعت تحریک دعوتِ توحید کے شایہ بشانہ کام کر رہی ہے اور کرتی رہے گی ہم انشاء اللہ اس کام کو ہم آگے لے کر جائیں گے۔

⑨۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے نائب ناظم اعلیٰ حافظ محمد یونس آزاد نے نہایت مختصر خطاب کیا۔

⑩۔ مولانا محمد انور صالح کنوینر تحریک دعوتِ توحید گوجرانوالہ نے ایک بڑے قافلے کے ساتھ شرکت کی اور عوام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ توحید کا قافلہ چل نکلا ہے اور یہ رواں دواں رہے گا۔

⑪۔ کنوینر تحریک میاں محمد جمیل نے نبی علیہ السلام کی دعوت کے مراحل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اور کہا کہ اگر ہم اس ملک میں واقعتاً توحید کا غلبہ چاہتے ہیں تو ہمیں مساجد سے نکل کر چوراہوں میں توحید وسنت کا پرچار کرنا ہوگا انہوں نے کہا ہم نے روایتی انداز میں تنظیم بنائے بغیر لوگوں کے سامنے ایک تجربہ پیش کر دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر اہل توحید سنتِ رسول ﷺ کے مطابق تبلیغ کا طریقہ کار اختیار کرلیں تو لوگ شرک وبدعت چھوڑنے کے لیے آمادہ ہوجائیں گے، انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے توحید وسنت کے رُکے ہوئے کارواں کو ایک جذبہ اور حرکت سے ہمکنار کر دیا ہے اگر لوگوں نے ہمارا ساتھ دیا تو

انشاء اللہ ہم ہر ضلع میں توحید خالص سیمینار منعقد کریں گے اور عظمتِ توحید اور حرمتِ رسول ریلیاں نکالیں گے۔

شیخ الحدیث حافظ محمد طیب، مولانا عبدالرشید راشد آف کھڈیاں، مولانا ثناء اللہ بھٹی شیخوپورہ، مولانا عنایت اللہ ربانی آف کھڈیاں، میاں خطیب مرکزی مسجد کھڈیاں، حافظ ظہیر آف عثمان والا نے بھی خطاب فرمایا۔

مظاہرے سے خطاب

علامہ سید ضیاء اللہ شاہ بخاری نے فرمایا کہ پاکستان ''لا الہ الا اللہ'' کی بنیاد پر بنا تھا یہ اس کے استحکام کی ضمانت ہے اور اسی کی بنیاد پر ملک میں امن وامان قائم ہوگا۔ انہوں نے اپنے خطاب کے آخر میں فرمایا کہ متحدہ جمعیت اہلحدیث تحریک دعوتِ توحید کا دعوت کا ساتھ دیتی رہے گی۔

کنونیر تحریک دعوتِ توحید کا مظاہرین کو خطاب

کنونیر تحریک دعوتِ توحید پاکستان نے عوام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ وطنِ عزیز کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ پاکستان لا الہ الاّ اللہ کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے مجموعی طور پر لا الہ الاّ اللہ کے دو پہلو ہیں پہلے کا تعلق اللہ اور اس کے بندے کے ساتھ ہے اس کا پہلا اور بنیادی تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے عبادت کا اولین مفہوم یہ ہے کہ قیام، رکوع، سجود اور نذرونیاز صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہونے چاہیے جو شخص اس بات کا خیال نہیں رکھتا اس کی کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتی۔ کلمہ طیبہ کے تقاضوں کا نقطۂ عروج یہ ہے کہ رب کی دھرتی پر رب کا قانون نافذ ہونا چاہیے۔

لوگوں کی حاضری اور ان کا جوش وخروش دیکھنے کے لیے تحریک دعوتِ توحید کی Facebook پر ملاحظہ فرمائیں، ہم سے رابطہ رکھیں اور اپنے اپنے شہر میں توحید خالص سیمینار منعقد کریں اور عظمتِ توحید، حرمتِ رسول ریلیاں رکھیں۔

تحریک کا نظم آپ بھی رکنیت اختیار فرمائیں

یاد رہے کہ یہ ایک تحریک ہے معروف معنوں میں جماعت نہیں لہٰذا آپ اپنی اپنی تنظیم اور منصب پر رہتے ہوئے اپنے، اپنے علاقہ میں تحریک کی ذمہ داری قبول فرمائیں! اگر آپ کو یہ بات پسند ہے کہ مساجد سے باہر بھی توحید وسنت کا پرچار اور شرک وبدعت کے خلاف آواز اُٹھائی جائے تو تحریک کی رکنیت اختیار کریں۔ درج ذیل کوائف ہیڈ آفس میں ارسال کریں اور رابطہ رکھیں۔

نام بمع لقب...... ولدیت ...... تعلیم ......فون ...... کاروبار / ملازمت......

مقامی یونٹ کے ساتھ تعاون...... عارضی اور مستقل ڈاک ایڈریس......

ایڈریس: ابوہریرہ شریعہ کالج 37 کمرشل کریم بلاک، اقبال ٹاؤن لاہور

اللہ احد

عقیدہ توحید سمجھانے، اس کے فوائد بتلانے اور شرک و بدعت کے نقصانات سے آگاہ کرنے کے لئے

2 فروری 2014 لاہور کے پُرامن مظاہرہ کے بعد قصور شہر میں

بلدیہ ہال قصور شہر

9 مارچ 2014 اتوار

دوپہر 1:15 بجے

توحید خالص سیمینار

عظمتِ توحید اور حرمتِ رسول ﷺ

ریلی

بلدیہ ہال تا کچہری چوک

آپ جانتے ہیں کہ پاکستان "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے اور "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کا معنٰی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، عبادت میں سب سے پہلے قیام، رکوع اور سجود آتے ہیں۔ امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رکوع اور سجدہ کرنا جائز نہیں لیکن بعض لوگ بزرگوں کی قبروں کو رکوع اور سجدے کرتے ہیں حالانکہ یہ سب سے بڑا گناہ اور شرک ہے شرک کا گناہ اور اس کے نقصانات سے آگاہ کرنے کے لئے تحریک دعوتِ توحید کے زیرِ اہتمام توحید خالص سیمینار منعقد کرنے کے ساتھ ایک پُرامن ریلی بھی نکالی جا رہی ہے۔ عقیدۂ توحید اور سنت رسول ﷺ سے حقیقی محبت رکھنے والوں سے شرکت کی اپیل ہے۔

نوٹ: توحید خالص سیمینار اور ریلی کا مقصد اپنی پہچان اور قوت کا اظہار نہیں اور نہ ہی حکومت یا کسی فرقے کی مخالفت کرنا ہے۔ اس لئے یہ ریلی نہایت مہذب اور پُرامن ہوگی۔

زیرِ قیادت

میاں محمد جمیل

کنوینئر تحریک دعوتِ توحید پاکستان

مولانا شمشاد احمد سلفی — مرکزی جماعۃ الدعوۃ پاکستان

پروفیسر ظفر اقبال — مرکزی جماعۃ الدعوۃ پاکستان

علامہ سید ضیاء اللہ بخاری — مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان

حافظ عبدالوہاب روپڑی — جماعت اہلحدیث پاکستان

مولانا منظور احمد گوجرانوالہ — مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان

علامہ طارق محمود یزدانی — مرکزی جمعیت اہلحدیث پنجاب

محمد اشفاق، محمد یاسر، بابر شاہ، سردار طفیل ڈوگر، محمد ادریس ثاقب، عبداللہ سلیم، قاری عبدالشکور، ابوبکر صدیق، عبدالرشید راشد، عبدالواحد انجم، عنایت اللہ ربانی

کاشف منظور، قاری عزیز الرحمن توحیدی، قاری ظفر اقبال، عطاء الرحمن، قاری عتیق الرحمن آصف، قاری شفاء اللہ ربانی، محمد ایوب خان، قاری صبغت اللہ حسن، قاری عبدالغفار احسن، محمد شاہد جانباز، عطاء اللہ حنیف

حکیم ثناء اللہ، سیف اللہ شاہ، پروفیسر محمد شریف سلفی، محمد حنیف، قاری محمد زکریا، حاجی محمد اسماعیل، قاری عبدالحفیظ، سہیل اسماعیل، محمد یعقوب، حاجی محمد طاہر، عبدالرحیم حامد

محمد صدیق سلیم، قاری ثناء اللہ، قاری ظفر اقبال، رحمت اللہ، محمد یوسف ربانی، حاجی محمد طاہر، قاری محمد خلیل، حاجی عبدالرشید، محمد شریف ربانی، حاجی عبدالخالق، محمد ادریس ربانی

بشیر احمد عاجز، قاری محمد اسماعیل، قاری محمد بلال، قاری محمد ہارون، قاری احمد ڈوگر، حافظ محمد ایاز، حافظ محمد شریف بیٹو، قاری عبداللہ ساجد، عمر فاروق حبیب، میاں انعام الرحمن، عبدالرحمن سلفی

عبدالعزیز الیاس، محمد حسین صابر، قاری محمد احمد بیٹو، قاری عبدالباقی، عبدالمنان کاشف، قاری شوکت صدیقی، محمد اکرم شہزاد، حافظ مشتاق احمد، عبدالغفار سلفی، میاں عطاء الرحمن، قاری مسعود عالم محمدی

رحمت اللہ حقانی، محمد یعقوب، محمد اسماعیل ساجد، عبدالجبار دانش، محمد زکریا ساقی، محمد اسماعیل سلفی، محمد زکریا، عبدالقدیر عاصم، محمد شفیق، حافظ محمد صدیق شاکر، قاری عبدالرؤف

محمد اکرم مدنی، عمر فاروق، رضاء اللہ طالب، ذوالفقار علی، محمد افضال، قاری محمد احمد، قاری ابوبکر عثمانی، حافظ محمد بلال، ضیاء طارق، ثناء اللہ عاجز، محمد سعید

حاجی احمد دین محمود، محمد یونس، محمد عباس، میاں ابوبکر، حافظ عبدالرشید، احمد حسن، محمد طارق، عبدالغفار حسن، عبدالرحمن، حافظ محمد طارق، حکیم محمد اسحاق

عبدالغفور رؤف، ندیم سلفی، محمد عمر، ناصر مدنی، محمد منشاء، عبدالستار، سیف اللہ طیب، خلیل اللہ، محمد شہباز یزدانی، حمید اللہ، منظور احمد

رحمت اللہ، قاری محمد آصف، حافظ محمد الیاس، محمد دین، محمد صدیق، محمد یونس ڈوگر، محمد ادریس حقانی، محمد مرتضیٰ ساجد، عطاء اللہ

حافظ محمد ظہیر کنوینئر تحریک دعوتِ توحید تحصیل قصور

تحریک دعوتِ توحید ضلع قصور

0302-7573276

نعتِ رسول ﷺ

خلق کے سرور شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم

مرسل داور خاص پیمبرصلی اللہ علیہ وسلم

نور مجسم ، نیر اعظم ، سرور عالم ، مونس آدم

نوح کے ہمدم ، خضر کے رہبر، صلی اللہ علیہ وسلم

دولتِ دنیا خاک برابر ، ہاتھ کے خالی دل کے تونگر

مالک کشور تخت نہ افسر ، صلی اللہ علیہ وسلم

رہبر موسیٰ ، ہادیِ عیسیٰ ، تارک دنیا ، مالک عقبیٰ

ہاتھ کا تکیہ ، خاک کا بستر ، صلی اللہ علیہ وسلم

سروخراماں، چہرہ گلستان، جبہ تاباں ، مہر درخشاں

سنبل پیچاں ، زلف معنبر، صلی اللہ علیہ وسلم

مہر سے مملو ریشہ ریشہ ، نعت امیرؔ اپنا ہے پیشہ

ورد ہمیشہ رہتا ہے لب پر ، صلی اللہ علیہ وسلم

(امیرؔ مینائی)